

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۶۵

شمس الاسلام

ماہنامہ

بھیرہ — (مغربی پاکستان)

مرتبہ

سید سیاح الدین — کا کاشی

سالانہ چند

نی پرچہ ۲

ماہنامہ شمس الاحمر بھیرہ

ہر انگریزی ماہ کی پانچ
تاریخ کو
شائع ہوتا ہے

مرتبہ: سید سیاح الدین کاخیل

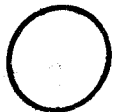
جلد ۳۰ || رجب شعبان ۱۳۷۹ھ مطابق فروری مارچ ۱۹۵۹ء || نمبر ۲۳

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صاحب مضمون	صفحہ
۱	سالانہ تبلیغی یا لغزش		۳
۲	بزم انصار		۴
۳	شذرات	ادارہ	۸
۴	اسلامی سیرت و کردار کی بنیادی خصوصیات		۱۱
۵	نبی کا طریق دعوت و اصلاح (قسط ۲)	از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی	۱۷
۶	اسلامی زندگی	مولانا احسان الحسن صاحب	۲۱
۷	علاء الدین خلجی کے عہد میں قیمتوں پر کنٹرول	غزیر الرحمن ایم اے	۲۹

سرخ نشان

دائرہ میں سرخ نشان چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ دی پی اے ارسال ہوگا جس کے زائد اخراجات سے بچنے کے لیے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع دیں۔ خدا را دی پی اے کر کے ایک اسلامی ادارہ کو نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (غلام حسین بلیغی رسالہ)



باہتمام غلام حسین ایڈیٹر پرنٹر پبلشر شانی برقی پریس سرگودھا میں چھپ کر دفتر جریدہ شمس الاسلام جامع مسجد بھیرہ سے شائع ہوا۔

سالانہ تبلیغی کانفرنس

حزب الانصار کی اٹھائیس^۲ نشست تبلیغی کانفرنس ہو چکی ہیں۔ جن کو حاضری کا موقع ملا ہے ان سے پوشیدہ نہیں کہ شمالی پنجاب میں یہ کانفرنس اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ اس موقع پر پاکستان کے بزرگ ترین مشائخ اور چیدہ چیدہ علمائے کرام تشریف فرما ہو کر اپنے خیالات عالیہ سے مستفیض فرماتے ہیں۔ اب انیسویں^۳ سالانہ تبلیغی کانفرنس متوکل علی اللہ بتاریخ ۲۷-۲۸ فروری و یکم پانچ^۴ بمطابق ۱۸-۱۹-۲۰ رجب المرجب ۱۳۷۸ھ بموافق ۱۶-۱۷-۱۸ اپجائون سمیت بروز جمعہ ہفتہ اتوار منعقد کی جا رہی ہے جن میں مندرجہ ذیل حضرات کو شرکتِ جلسہ کی درخواست کی گئی ہے۔ امید ہے کہ اکثر حضرات تشریف لاکر نمون فرمائیں گے۔

- ۱۔ مجاہد ملت حضرت مولانا صاحبزادہ فیض الحسن صاحب سجادہ شہین لودھرا
- ۲۔ محبوب ملت حضرت صاحبزادہ محبوب الرحمن صاحب اللہ شریف
- ۳۔ مفکر عظیم حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری ملتان
- ۴۔ حضرت صاحبزادہ محمد سعید صاحب سجادہ شہین تربیتی شریف
- ۵۔ عمدۃ السالکین حضرت مولانا محمد حنیف صاحب سجادہ شہین کوٹ مین
- ۶۔ واعظ شیریں بیان حضرت مولانا صاحبزادہ یوسف قحطانی صاحب لکھنؤ
- ۷۔ ضیف اسلام مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار صاحب تونسوی
- ۸۔ مفکر اسلام حضرت مولانا خالد محمود صاحب ایم اے پرنسپل سیکولر
- ۹۔ حضرت مولانا سید غلام محی الدین شاہ صاحب گیلانی مبلغ اسلام اڈکا
- ۱۰۔ شیریں بیان حضرت مولانا پیر قطبی شاہ صاحب لایال
- ۱۱۔ جادو بیان حضرت مولانا محمد امیر الدین صاحب جلال آبادی
- ۱۲۔ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب میانوی
- ۱۳۔ حضرت مولانا سید عبدالرحمن صاحب کیمپوری
- ۱۴۔ واعظ خوش بیان مولانا سید عبدالرحمن شاہ صاحب ملتان
- ۱۵۔ مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب جلای گوہرانوالہ
- ۱۶۔ مولانا اسلام حضرت مولانا صاحب جلای گوہرانوالہ
- ۱۷۔ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب جلای گوہرانوالہ
- ۱۸۔ مولانا نور محمد صاحب لاہور فاضل جامعہ عزیزیہ بھیرہ
- ۱۹۔ مولانا فضل احمد صاحب تلہ گنگ
- ۲۰۔ مولانا غلام حبیبی صاحب تلہ گنگ
- ۲۱۔ مولانا محمد عظیم صاحب فاضل جامعہ عزیزیہ بھیرہ
- ۲۲۔ مولانا محمد رفیق صاحب فاضل جامعہ عزیزیہ
- ۲۳۔ مولانا نور محمد صاحب لاہور فاضل جامعہ عزیزیہ بھیرہ
- ۲۴۔ مولانا محمد شفیع اللہ صاحب صدر مدرس دارالعلوم عزیزیہ
- ۲۵۔ مولانا مہر شاہ صاحب مدرس دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ
- ۲۶۔ مولانا محمد شجاع الدین صاحب لاہور فاضل جامعہ عزیزیہ
- ۲۷۔ مولانا حسن المرتضیٰ صاحب بیار خان فاضل جامعہ عزیزیہ
- ۲۸۔ مولانا محمد امین صاحب جھنگوی
- ۲۹۔ مولانا محمد بخش چشتی
- ۳۰۔ نعت خوان مولانا محمد صاحب کولوی
- ۳۱۔ محبت خان کوٹوی وغیرہ وغیرہ

بزم انصار

قیام و طعام کا انتظام ہو۔

چنانچہ اس وقت تک دارالعلوم عزیزیہ جامع مسجد ہیرہ نہایت اعلیٰ طریق سے دینی خدمت سر انجام دے رہا ہے۔ جملہ طلبہ کے جمیع اخراجات کی مجلس حزب الانصار و دارالعلوم عزیزیہ کفیل ہے۔

دارالعلوم عزیزیہ میں دارالعلوم میں طلباء کا داخلہ تیرہ شعبان سے لے کر نوزائش تک سالانہ تعطیلات ہوتی ہیں۔ دس سوال سے لے کر پچیس سوال تک دارالعلوم کا داخلہ کھلا رہتا ہے۔ داخل ہونے والے طلبہ کو قرآن مجید حفظ کرانے کے علاوہ فنون تفسیر، حدیث اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، معانی منطق، عقائد، فلسفہ، صرف، نحو، فارسی وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ جمیع طلبہ دارالعلوم کو دارالعلوم کی طرف سے دو وقتہ خوراک، رات میں ایک دفعہ گوشت، لحاف، چارپائی، روشنی، کتابیں، ضرورت مندوں کے لئے پارچات قیام طعام دارالعلوم کی طرف سے ہوتے ہیں۔

طلبائے دارالعلوم کا سالانہ امتحان کے علاوہ امتحانات مختلف مواقع پر امتحان بھی لیا جاتا ہے۔ تاکہ طلبہ حصول تعلیم میں کوتاہی نہ کریں۔ مزید برآں لائق بچوں کو مولوی، مولوی عالم، مولوی فاضل کا امتحان یونیورسٹی کے ہال میں دلوایا جاتا ہے۔ تاکہ دین حاصل کرتے ہوئے اپنی معیشت کا سامان بھی پیدا کر سکیں۔

دارالعلوم عزیزیہ کے ساتھ اس سال سے پرائمری سکول پرائمری سکول کا اجراء کیا گیا ہے۔ اسکی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الحمد لله وكفى وسلا على عباده الذي حفظ
لبنائنا من لدنك رحمة وهي لنا من امرنا رشدا

منازہ خواہی و دشمنی گروا غمناے سینه را

گا ہے گلے باز خوان این قصہ پاریزہ را

افتتاح "حزب الانصار" کی تیس منزلیں پوری ہوئیں
اور اب اکتیسویں منزل کی طرف اس کا قدم اٹھ رہا ہے۔ واللہ
الحمد والمناجیہ

بانی حزب الانصار حضرت مولانا ظہور احمد بگوی نور اللہ
مرقدہ نے خدمت اسلام و اصلاح ملت کے لئے میدانِ عمل میں
قدم رکھا۔ اور من الصلوات الی اللہ کی صدا بلند کی۔ تو چند
خادمانِ ملت نے لبیک کہی۔ اور باہمی مشورہ سے حزب الانصار
کی بنیاد رکھی گئی۔ اس حزب کے ماتحت کئی شعبہ جات قائم کئے گئے
جن کے کوائف درج ذیل ہیں۔

دارالعلوم عزیزیہ حضرت مولانا ظہور احمد بگوی مرحوم نے
دارالعلوم عزیزیہ کی اس وقت بنیاد

رکھی جب کہ شمالی پنجاب میں مدارس عربیہ کا وجود برائے نام تھا۔
الحاد بے دینی، فرنگیت کا دور دورہ تھا۔ اور مسلم لاادارت
غریب اور نادار تھے اور بددین کی ٹھوکریں کھا رہے تھے۔ اس وقت

ضرورت ایک ایسے ادارے کی تھی جو ان بچوں کی تعلیم و تربیت
کے لئے باضابطہ دینی ادارہ ہو جس میں ان بچوں کے

دارالعلوم عزیز نیہ کی عمارت جامع مسجد کی شمالی جانب دارالعلوم عزیز نیہ کے کارالاقامہ کی وسیع عمارت ہے جس میں چودہ خورد و کلاں کمرہ جات ہیں۔ اور دارالاقامہ کا برآمدہ مسجد میں نہایت دیدہ زیب نظر آتا ہے۔

وزرش طلبہ کی ورزش اور جسمانی تربیت کے لئے والی بال کا انتظام ہے۔

حفظانِ صحت طلبہ کی صحت کے تحفظ کے لئے دارالعلوم کے رکن مولانا حکیم برکات احمد صاحب مستند طبیبہ کا لچ اور حکیم ایرانی صاحب ہر مریض کا علاج کرتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ سالہا سالہ روال میں طلبہ کی صحت اچھی رہی اور وہ موسمی امراض سے بڑی حد تک محفوظ رہے۔

ذرائع آمدن دارالعلوم عزیز نیہ قومی اداروں کے ذرائع آمدن نہیں ہے محض ارباب خیر اہل ثروت، اور دردمندان قوم و ملت کی توجہ اور امیر حزب الانصار کے سالانہ دورہ کی وجہ سے دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اور یہ صورت ذیل دارالعلوم کی امداد ہوتی ہے۔

آئین اقامہ چندہ - چندہ کی چھ قسمیں قرار دی گئی ہیں ہر ایک کا جمع خرچ جدا اور تاریخ وار کیا جاتا ہے۔

اول چندہ امدادی - یہ رقم تنخواہ مدرسین و ملازمین پر خرچ کی جاتی ہے۔

دوم - نہ کو اہ صدقات - اس چندہ کی آمدنی بعد تملیک خدائے دہشت خاک و دیگر حوائج طلبہ دارالعلوم عزیز نیہ پر خرچ کی جاتی ہے۔

سوم - چرم مٹربانی عقیقہ - اس کی آمدنی خرید و کتاب کے

ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ دارالعلوم میں اکثر غریب و نادار بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان کی لکھائی پڑھائی کے لئے حزب کی طرف سے بے منابطہ نظام موجود تھا۔ مگر اس بات کی دقت تھی کہ اگر یہ بچے منظور شدہ سکولوں میں داخلہ لینا چاہتے تو سرٹیفکیٹ نہ ہونے کی وجہ سے داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ اندریں حالات اراکین حزب الانصار نے محترم ڈائریٹریل انسپکٹر صاحب بہادر تعلیمات کے ہاں درخواست کی کہ دارالعلوم عزیز نیہ کے بچوں کی آسانی کے لئے اسے منظوری دی جائے۔ چنانچہ درخواست مختلف مراحل طے کرنے کے بعد کامیابی و کامرانی سے لٹی۔ اور پرائمری سکول موسومہ بگویہ پرائمری سکول محکمہ تعلیم سے با منابطہ منظور ہو گیا۔

اس وقت بگویہ پرائمری سکول میں ڈیڑھ صد کے قریب بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان بچوں کو دینی تعلیم کے ساتھ قرآن پاک اور نماز۔ شش کھجات۔ ایمان محل مفصل یاد کرائی جاتی ہیں۔

دارالعلوم عزیز نیہ کی مجلس عاملہ

حضرت مولانا الحاج افتخار احمد صاحب بگویہ امیر حزب الانصار و مہتمم دارالعلوم عزیز نیہ

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد شفیع اللہ صاحب صدر مدرس

جناب مولانا محمد مہر شاہ صاحب مدرس

جناب مولانا محمد عظیم صاحب

مولوی حافظ غلام الین صاحب

مولوی منشی غلام حسین صاحب مخدوم و قریب حزب الانصار

ماٹر محمد شفیع صاحب شعبہ پرائمری سکول اول مدرس

اللہ بخش

منشی محمد بخش

علاوہ خرید و خاک وغیرہ پر صرف ہوتی ہے۔

چہارم۔ کتب وقفی۔ اس قسم کے چندہ میں کوئی صاحب ہمت کتب عطا فرمائیں۔ یا زر نقد خرید کتب کے لئے عطا فرمائیں ہر دو صورت میں کتب وقفی مدرسہ کی ہونگی۔

پنجم۔ خوراک کی۔ طلبہ کو کھانا بھرتا دعوت وغیرہ جو ملتا ہے۔

ششم۔ متفرقات۔ اس میں وہ اشیاء طروف، پارچا وغیرہ ہیں۔ جو بعد اصال ثواب بعد طلبہ بھیجی جائیں۔

بجاء اللہ قلمی آمد و خرچ کا حساب باضابطہ موجود ہے اور ہر مد کا عطیہ مطعی حضرات کے ارشاد کے مطابق خرچ کیا جاتا ہے۔ آمد و خرچ کا سالانہ گوشوارہ عنقریب شائع کیا جائے گا۔

کتب خانہ حزب الانصار۔ حزب الانصار دارالعلوم

ہے جس میں کم بیش آٹھ دس ہزار کے قریب درسی اور غیر درسی کتب موجود ہیں۔ جن میں بعض قلمی کتب بھی ہیں۔ کتابوں کی جدید ترتیب کا کام جاری ہے۔ اور کتابوں کو زیادہ محفوظ اور بہتر انداز سے رکھنے کے لئے الماریاں موجود ہیں۔ مگر کتب کی زیادتی کی وجہ سے گیسٹری زیر تجویز ہے۔

دارالافتاء۔ مجلس کی طرف سے دارالعلوم عزیزہ میں اندرونی و بیرونی آمدہ مسائل اور استفسارات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

دار التالیف والتصنیف۔ مجلس مرکزیہ حزب الانصار کی طرف سے دارالتالیف کا شعبہ موجود ہے جس میں وقتاً فوقتاً اصلاحی علمی کتب شائع کی جاتی ہیں۔ تاکہ جہاں حزب الانصار کا تبلیغی وفد نہیں پہنچ

سکتا دہلی کتب کے ذریعہ تبلیغی خدمت سرانجام دی جائے۔ مکتبہ حزب الانصار کا شائع شدہ کتب کی فہرست درج ذیل ہے:

تفسیر آیات مباہلہ تفسیر آیات مؤدۃ القرنی
تفسیر آیات ادلی الامر منکم . . . میراث ارض
امامت . . . ابوالاکرم کی تسلیم
رضوان . . . آخری پیغام حق
مہیت . . . وغیرہ وغیرہ
ملکین . . .

چلتا پھرتا ملین ماہنامہ شمس الاسلام اس شعبہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ ارباب بصیرت سے مخفی نہیں کہ یہ بہت پرانا قدیمی علمی رسالہ ہے۔ اور حزب الانصار کا ترجمان ہے۔

شعبہ تبلیغ۔ حزب الانصار کے ماتحت ایک تبلیغی شعبہ بھی ہے تاکہ جہاں تبلیغ کی ضرورت ہو وہاں حزب الانصار کے مبلغین پہنچ کر مقامی حالات کے مطابق تبلیغی خدمات انجام دے سکیں۔

سالانہ تبلیغی دورہ۔ امیر حزب الانصار کی قیادت میں جو مختلف مقامات پر اجلاس مقرر کر کے عوام ان کو اصلاح رسوم، اتفاق، اتحاد، اطاعت اللہ و اطاعت رسول کی تلقین کرتا ہے۔

سالانہ تبلیغی کانفرنس۔ مزید ہواں مرکز میں سالانہ تبلیغی سالانہ تبلیغی کانفرنس سہ روزہ مقرر کی جاتی ہے جس میں پاکستان کے مشہور و معروف علمائے کرام و شاخ عظام شرکت فرماتے ہیں اور جامع مسجد کا وسیع و عریض صحن تنگ ہو جاتا ہے۔ اس کانفرنس کا دوسری کانفرنسوں سے خصوصی امتیاز یہ ہے کہ ہر سہ روزہ جس قدر بھی سامعین حضرات تشریف فرما ہوتے ہیں جن کی تعداد ہزاروں تک ہوتی ہے

ان کے طعام کا بلا معاوضہ انتظام حزب الانصار کی طرف سے ہوتا ہے۔

ہدیہ تشکر: کارکنان حزب الانصار و علمہ دارالعلوم عزیزہ، سرپرست و تمام بھی خواہان دارالعلوم عزیزہ کی امداد کے لئے مشکر گزار ہیں۔ اور بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہیں کہ اللہ کریم آپ کے عطایا کو شرف قبولیت سے نوازے اور آپ کے جان۔ مال۔ عزت میں برکت دے۔ آمین

احساسِ فرض: ہمدردانِ ملت سے درخواست ہے کہ اگر آپ دنیاوی تعلیم کا ماحول کا وجود پاکستان کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ تو دینی اور مغربی مدارس کو از بس خیال کرتے ہوئے ان کی سچے درہے قدمے امداد فرما کر عند اللہ ماجہرا و عند الناس مشکور ہوں۔

جامع مسجد: جامع مسجد کے شمالاً جنوباً دو بڑے مینار ہیں

ہر مینار کی پانچ منزلیں ہیں۔ امتداد زمانہ کی وجہ سے شمالی مینار کی پانچویں منزل بوسیدہ ہو گئی تھی۔ اور وقتاً فوقتاً اس سے اینٹیں گرتی رہتی تھیں جن کی وجہ اچانک منزل کے پیٹ جانے کا خطرہ محسوس کیا گیا۔ تو توکل علی اللہ کرتے ہوئے پانچویں منزل کی تعمیر نو شروع کرادی گئی۔ جس کا بھدا اللہ تعالیٰ گنبد مکمل ہو گیا ہے۔ اور اس پر چینی ولایتی جڑی جا چکی ہے۔ اور اب اندرونی حصہ گنبد کی مرمت ہو رہی ہے۔ مزید اس مینار پر چند روز خرچ آئیں گے۔

اسی طرح دوسرے جنوبی مینار کی پانچویں منزل کا کام بھی شروع کر دیا گیا ہے۔

جنوبی مینار باب کرم کی وجہ کا منتظر ہے۔ کہ اپنے دست سخا کو بڑھا کر اللہ کے گھر کو آباد کرنے والوں کی فہرست میں نام لکھوا کر عند اللہ ماجہرا ہوں۔

قدیم دینی درس گاہ دارالعلوم عزیزہ جامع مسجد بھیرہ
کے طلبائے علوم دینیہ کے اخراجات پورا کرنا

تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے۔

زکوٰۃ و صدقات ادا عطا

آپ ضرور ان فی سبیل اللہ مسافروں کی امداد و اعانت کیجئے، تاکہ اطمینان خاطر کے ساتھ قرآن و حدیث اور فقہ و اصول اور دوسرے علوم سیکھنے میں مشغول رہ سکیں

شدات

قرآن مجید کی صریح آیات، احادیث متواترہ اور اجماع امت کی بنا پر یہ ایک محکم عقیدہ اسلامی ہے۔ کہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام پہنچانے والے آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا ہونے والا نہیں۔ نبوت و رسالت آپ پر ختم ہو گئی ہے۔ اور اب قیامت تک کے لیے ہر ملک اور ہر زمانہ کے انسانوں کے لیے فلاح و بہبود، نجات و اخروی اور ہدایت کا راستہ صرف وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے اور قیامت تک یہی شریعت دنیا بھر کے انسانوں کے لیے مقرر ہو چکی ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود نہیں رہے۔ اور نبوت و رسالت تو ختم ہو چکی ہے کہ دوسرا کوئی نبی اگر انسانوں کو راہ راست، مرضی خداوندی اور صالح طریق زندگی بتا دیا کرے۔ اس لیے اب انسانوں کی ہدایت کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں اصولی طور پر ایک بات سمجھنی چاہیے۔ کہ نبوت تو ختم ہو چکی ہے۔ مگر کار نبوت اب بھی باقی ہے۔ اور کار نبوت کی ذمہ داری قیامت تک کے لیے اب بھی امت محمدی پر ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کر دیا گیا ہے۔ تمام انبیاء و کرام علیہم السلام کے اور اسی طرح پکارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو کام تھے ایک وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے اسلام کے صالح طریق زندگی اور ہدایت کا علم حاصل کرنا اور دوسرا اس علم و ہدایت کو بندوں تک پہنچانا۔ بتانا۔ سکھانا اور ان کو اس پر چلانے کی کوشش کرنا۔

ان میں سے پہلا کام تو سلسلہ نبوت ختم ہونے کے ساتھ ختم ہو گیا۔ ختم نبوت کا مطلب ہی یہ ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اب کسی کو یہ مقام و منصب عطا نہیں فرمایا جائے گا۔ کہ وحی کے ذریعہ اس پر دین شریعت کے احکام نازل ہوں اور ان کو نبی مان کر اس کی اطاعت و پیروی کرنا لوگوں کے لیے ضروری ہو۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی اس ہدایت و شریعت نے جو قیامت تک پیدا ہونے والے سب انسانوں کی رہنمائی کے لیے کافی ہے۔ اور جس کے آخری زمانہ تک محفوظ رہنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتظام بھی کر دیا گیا ہے۔ اس ضرورت کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ لیکن سلسلہ نبوت کا دوسرا

یہ بھی ایک حقیقت ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۲۳ برس تک پیغمبرانہ حیثیت سے اس دنیا میں تشریف فرما رہے اور اس عرصہ میں آپ وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے اسلام کی صالح زندگی کا طریقہ اور اس ہدایت کا علم حاصل کرتے رہے اور پھر آپ پورے عرصہ نبوت و جہد کے ساتھ اس علم و ہدایت کو اس کے بندوں تک پہنچاتے، بتاتے اور سکھاتے رہے۔ اور آپ نے ایک ایسی جماعت تیار کی جس کی نظیر دوسرے زمین پر پائی نہیں جاسکتی۔ ۲۳ برس اس عالم میں گزارنے کے بعد وہ رفیق اعلیٰ سے واصل ہو گئے۔ اور آپ کی وفات واقع ہو گئی اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ظاہری طور پر رسول اللہ

واقی الانبیاء لعلہ لیورثوا وارث ہیں اور انبیاء کرام نے
 دینا سارا دلا دیا ارث میں میراث میں اشرفین اور سچے
 و زکوا العلم فمن اخذہ انہیں چھوڑے (کہ علماء اس کے
 اخذہ مجتہد وافر (رداء) وارث ہوئے ہوں) وہ تو اپنی
 والترندی والوداد و دراب میراث میں علم (وحی کی تعلیمات) چھوڑ
 ماجہ والدراسی (مکڑا تفریق) چکے ہیں۔ توجہ کوئی شخص اسے
 حاصل کر کے محفوظ کرے۔ تو یقیناً اس
 نے بہت بڑی قیمتی چیز اپنے خد میں
 لے کر حاصل کی ہے۔

اسی طرح آپ نے یہ بھی ارث د فرمایا۔

یحمل هذا العلم من كل (کتاب و سنت کے) اس علم کو
 خلف عدد و لا ینفون عنه بعد کے آنے والوں میں سے ہر دھڑ
 تحریف الغالین و انحال میں ایسے ثقہ اور قابل اعتماد لوگ
 المبتطلین و تأویل المجاہلین حاصل کریں گے جو دین میں حد
 مشکوٰۃ مشرق اعتدال سے بڑھنے والوں کی
 پیدا کردہ تبدیلیوں کو صحیح دین سے
 ہٹاتے رہیں گے اور جو باطل کار لوگ غلط قسم کی باتیں منسوب کر کے
 دین کو بگاڑتے ہیں تو یہ ان کے بگاڑ کو دور کرتے رہیں گے۔ اور
 جاہل لوگ جو تشران و حدیث کی غلط تاویلیں کرتے ہیں۔ ان
 تاویلوں کو مٹا کر صحیح معانی و مطالب کو واضح کرتے رہیں گے۔

یعنی انبیاء کے وارث علمائے کرام جو ثقہ، دیانت دار
 اور متقی ہوں گے ہر زمانہ میں تشران و حدیث کے صحیح علوم کے
 محافظ ہوں گے۔ اور علوم نبوت کے سلسلہ میں غلط کاروں کی ہر
 بے اعتدالی اور افراط و تفریط کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہیں گے۔
 اور ان حضرات کے ذریعہ سے دین و شریعت اپنی اصلی اور
 حقیقی شکل و صورت میں قیام قیامت تک محفوظ ہوگی۔

دوسری امتوں میں جس طرح عوام صراطِ تقیم سے ہٹ

کام دینی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی اس ہدایت و شریعت
 کو بندوں تک پہنچانا اور ان کو اس پر چلانے کی کوشش کرنا باقی
 اور جاری ہے۔ اور امت محمدی کا یہ خاص شرف ہے کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں وہ اس مقدس مشن کو قیامت
 تک جاری رکھنے اور اس کا نبوت کو سرانجام دینے کی ذمہ دار
 ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا قیامت
 تک باقی رہنا اور تمام انسانوں کے لیے آپ کی پیغمبری کا کافی
 ہونا، اور نہی نبوت و رسالت کا منقطع ہونا درحقیقت اس بنا پر
 ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شریعت کو آخری زمانہ تک
 اپنی اصلی شکل و صورت میں محفوظ فرمایا ہے۔ اور ایسا انتظام
 غیبی طور پر کیا گیا ہے۔ کہ دین ہر قسم کی تحریف و تبدیل اور انسانی
 دستبرد سے ہر زمانہ میں۔ مامون و مہمون رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ
 نے جیسا کہ وعدہ فرمایا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا
 لحافظون۔ اس ذکر منزل تشران مجید کی حفاظت کا
 سامان ہمیا فرمایا ہے۔ اور اس حفاظت ذکر، حفاظت دین و شریعت
 کی عملی شکل یہ رہی ہے کہ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص
 بندوں کے قلوب کو اس طرف متوجہ کیا کہ وہ تشران مجید اور
 احادیث رسول اللہ کو سیکھیں سمجھیں یا د کریں عمل کریں مسائل کا
 استنباط و استخراج کریں اور پھر خود اچھی طرح سیکھنے اور سمجھنے
 اور قلب و داغ میں جذب کرنے کے بعد اس کو دوسروں تک
 تعلیم و تدبیر، تبلیغ و تلقین اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ سے
 پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ کے ایسے خاص بندوں کے طائفہ حقہ کا
 نام علمائے دین ہے۔ یہی علماء حضرات انبیاء کرام علیہم السلام
 کے وارث اور سچے جانشین ہیں۔ چنانچہ جناب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ يَتِيْنُاْ عِلْمَاْ الْاَنْبِيَاءِ کے

اسلامی سیرت و کردار کی بنیادی خصوصیات

اور بہتری کی تسکری غالب رہے۔ اسی کی بہتری کے لیے سرگردان ہو۔ اور ہر پہلو سے اس کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرے۔ اس کا کوئی نقصان کوئی تکلیف گوارا نہ ہو۔ اور دنیوی یا دینی جس پہلو سے اس کو مدد پہنچا سکتا ہو۔ بس کی کوشش کرے۔ اس خیر خواہی کا معیار یہ ہے کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اس لیے کہ آدمی خود کبھی اپنی ذات اور اپنے نفس کا برا نہیں چاہ سکتا۔ بلکہ وہ اپنے لیے زیادہ سے زیادہ نفع، بھلائی اور بہتری کے لیے کوشش رہتا ہے۔ وہ اپنے نفس کے حقوق میں کمی نہیں گوارا کر سکتا۔ وہ اس کے غارتی کے لیے مال اور وقت خرچ کرنے میں دریغ نہیں کر سکتا۔ وہ اس کی برائی نہیں سن سکتا۔ وہ اس کی بے عزتی گوارا نہیں کر سکتا۔ اور وہ اس کے لیے زیادہ سے زیادہ رعایت کا طالب ہوتا ہے۔ پس خیر خواہی کے معنی یہی ہیں۔ کہ آدمی کی سیرت میں یہ صفت پیدا ہو جائے۔ اور اس کا رویہ اس طرز پر نشوونما پا جائے کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ پسند کرے جو اپنے لیے کرتا ہے۔

مومن کے کردار کی اس صفت کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی ایک لازمی شرط ٹھہرایا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ
وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يَحِبَّ لِإِخِيهِ مَا يَحِبُّ لِنَفْسِهِ
ترجمہ۔ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے (دوسرے مسلمان) بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

پھر اسی طرح ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جوچہ اہم حقوق پاتے گئے ہیں۔ ان میں خیر خواہی کو ایک حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا

بہمی تعلقات کا جو معیار اسلام نے مقرر کیا ہے۔ اسے قائم اور برقرار رکھنے کے لیے اللہ اور اس کے رسول نے حقوق و فضائل کا ایک ضابطہ بھی تجویز کر کے دیا ہے۔ اس ضابطہ پر عمل کر کے ان تعلقات کو بہ آسانی دینی کے مطلوبہ معیار پر پہنچایا جاسکتا ہے۔ لیکن اس ضابطہ کی اساس چند بنیادی امور پر قائم ہے جنہیں اگر انسان اپنی سیرت میں اختیار کرے۔ تو ان حقوق و فضائل میں سے ایک ایک چیز ان بنیادی صفات کے منطقی نتیجہ کے طور پر ظہور پذیر ہوتی چلی جائے گی۔ یا لیں کیسے کہ پھر یہ صفات آدمی کے اندر سے ایک ایک حق کو ادا کرنے اور ایک ایک فضیلت کو اختیار کرنے کے لیے تقاضا اور مطالبہ کریں گی۔ اور پھر قدم قدم پر نصیحت یا تنبیہ کی ضرورت نہ پڑے گی۔ سب سے پہلے اور بنیادی چیز خیر خواہی ہے۔

خیر خواہی کے لیے احادیث میں جو لفظ استعمال ہوا ہے۔ وہ "نصیحت" ہے اور یہ لفظ اپنے دامن میں بڑے وسیع معانی سمیٹ لیتا ہے۔ اس لیے زبان رسالت نے یہاں تک ارشاد فرمایا ہے کہ
الَّذِينَ لَصُحُفًا (تِلَاثًا) دینی سراسر خیر خواہی ہے۔
(تین بار فرمایا) مسلم شریف

پھر مزید تشدیق کے طور پر ان کے نام شمار کر اے گئے۔ جن کے ساتھ خیر خواہی مطلوب ہے۔ اور ان میں علامہ السلین کا بھی ذکر ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ آپ نے اپنے کچھ ساتھیوں سے عام مسلمانوں کے لیے خیر خواہی (نصیحت) کی ہیئت لی۔ لغوی معانی کی روشنی میں اسی لفظ کا مفہوم یہ ہے کہ تعلق میں کوٹ نہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں ہم اس صفت کو اس طرح متعین کر سکتے ہیں۔ کہ آدمی کے اوپر ہمیشہ اپنے بھائی کی بھلائی

وَيَنْصَحُ لَهُ إِذَا غَابَ أَوْ شَبَّهَ (کہ وہ اپنے بھائی مسلمان کی خیر خواہی کیا کرے خواہ وہ غائب ہو یا موجود ہو) اور دوسری حدیث میں یہ بات یوں کہی گئی ہے کہ مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وَجِبَ لَهُ مَا يَحِبُّ لِنَفْسِهِ (وہ اس کے لیے وہی چیز پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے)۔

اگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ خیر خواہی کی یہ صفت اپنے دامن میں کتنے حقوق و فضائل سمیٹ لیتی ہے جو براہِ راست اس کے لازمی تقاضے کے طور پر وجود میں آتے ہیں

ایثار جب ایک مسلمان اپنے بھائی کے لیے نہ صرف یہ کہ وہی پسند کرتا ہے جو اپنی ذات کے لیے پسند کرتا ہے بلکہ اس کو اپنی ذات پر ترجیح دیتا ہے۔ تو کردار کی یہ صفت ایثار ہے۔ اور دوسری بنیادی صفت ہے۔ ایثار کا لفظ اثر سے نکلا ہے اور اس کے معنی قدم رکھنے اور ترجیح دینے کے ہیں۔ یعنی مسلمان اپنے بھائی کی بھلائی اور بہتری کو اپنے نفس کی بھلائی اور بہتری پر ترجیح دے۔ اپنی ضرورت کو مؤخر کر کے دوسرے کی ضرورت پوری کرے۔ خود تکلیف اٹھائے دوسرے کو آرام پہنچائے۔ خود بھوکا رہے دوسرے کا پیٹ بھر دے۔ اپنی طبیعت اور مزاج پر ناگواریاں جھیل لے۔ لیکن اپنے بھائی کے دل پر حتی الوسع کسی ناگواری کا میل نہ آنے دے۔

یہ صفت ایک بلند اخلاقی فضیلت ہے اور ہر شخص سے اس کا تقاضا نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے اس کی بنیاد پر حقوق تو متعین نہیں کیے گئے لیکن خود اس کی اور اس کی بنیاد پر بے شمار اخلاقی فضائل کی تاکید کی گئی ہے

یہ ایشیا ر سب سے پہلے ضروریات کے دائرہ ہونا چاہیے۔ پھر آسائش و آرام کے دائرہ میں۔ اور پھر مزاج کے تقاضوں کے دائرہ میں۔ یہ آخری چیز خاصی اہم ہے۔ تمام انسان مختلف المزاج ہوتے ہیں۔ اور اس طرح ان کے تقاضے مختلف المزاج۔ اور اگر ہر انسان اپنے مزاج کے تقاضوں پر اُڑ جائے۔ تو معاشرہ درہم برہم ہو جائے۔ لیکن اگر وہ دوسرے کے ذوق پسند اور دلچسپی کو ترجیح دینا سیکھ جائے تو پھر انتہائی شیریں اور مخلصانہ تعلقات وجود میں آتے ہیں۔

پھر اس ایثار کا بلند تر درجہ ہے۔ جب ایک آدمی خود تنگی اور عسرت کی حالت میں ہو۔ اور پھر وہ اپنے بھائی کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر مقدم رکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی زندگی ان واقعات سے بھری پڑی ہے۔ اور قرآن مجید نے ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس صفت ایثار کی تعریف کی ہے۔

ذُكِرْتُمْ ذُنَّ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ دُلَّكُمْ خَصَاصَتُهُ (حشر) اور وہ اپنے نفس پر (دوسروں کو) مقدم رکھتے ہیں۔ اگرچہ ان پر تنگی ہی کیوں نہ ہو۔

انصارِ مدینہ نے جس طرح باوجود اپنی عسرت کے مہاجر بھائیوں کا استقبال کیا اور ان کو اپنے درمیان جگہ دی۔ یہ ایثار کی اچھوتی مثال ہے ایک واقعہ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہما ہے۔ جو اس آیت کی شانِ نزول کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ اور جس میں اس کا بہترین انطباق پایا جاتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک آدمی ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھوکا آیا۔ کاٹنا نہ نبوی میں کچھ نہ تھا۔ آپ نے فرمایا جو شخص اس کو آج کی رات مہمان بنائے گا۔ خدا تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا۔ حضرت ابو طلحہؓ اس کو اپنے گھر لے گئے۔ لیکن گھر جا کر بی بی سے معلوم ہوا کہ آتما ہی کھانے کو ہے کہ مہمان کا پیٹ بھر کے۔ بولے۔ بچوں کو سلا دو۔ اور چراغ بجھا دو۔ ہم دونوں رات بھر بھر کے رہیں گے البتہ مہمان پر یہ ظاہر کریں گے کہ ہم کھا رہے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا۔ خدائے تعالیٰ تمہارے اس حسن سلوک سے بہت خوش ہوئے۔ اور یہ آیت سنائی کہ (بخاری و مسلم)
یہ مالی تنگی میں ایثار کا واقعہ تھا۔ لیکن اس سے زیادہ نادر واقعہ ایک جہاد کا ہے۔ جو شانِ ایثار کی انتہائی شکل ہے۔ جب ایک زخمی
کے پاس مسیدانِ جنگ میں پانی پینچایا گیا۔ تو پاس سے کراہنے اُداڑ آئی۔ انھوں نے کہا کہ پہلے اس کے پاس لے جاؤ۔ جب ان کے پاس
پہنچے تو پھر یہی واقعہ پیش آیا اور انھوں نے بھی مرتے وقت اپنے ساتھی کو اپنے اوپر ترجیح دی اس طرح چھٹے آدمی تک نوبت آئی اور
ہر ایک دوسرے کو اپنے پر مقدم کرتا رہا تھا۔ جب چھٹے کے پاس پہنچے تو وہ خستہ ہو چکے تھے اور جب پہلوں کے پاس واپس آئے
تو جان بحق تسلیم ہو چکے تھے۔ (رحمۃ اللہ تعالیٰ ورضی عنہم)

اس طرح ایثار کے معنی یہ ہیں۔ کہ آدمی اپنے لیے کمتر چیز پر راضی ہو جائے اور اپنے ساتھی کو بہتر چیز دے دے۔ ایک دفعہ رسول
اللہ ایک جنگل میں جا رہے تھے۔ آپؐ نے دو منہ ککس کاٹیں۔ ایک سیدھی تھی۔ اور ایک ٹیڑھی۔ آپؐ کے ساتھ ایک صحابی تھے۔ اپنے سیدھی
مسواک انھیں دیدی اور خود ٹیڑھی رکھ لی۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ یہ بہتر ہے۔ اور آپؐ کے لیے اچھی ہے۔ آپؐ نے فرمایا جو شخص کسی سے
ایک ساعت بھی صحبت رکھتا ہے تو اس سے قیامت کے دن سوال کیا جائے گا کہ اس نے حق صحبت کا خیال رکھا یا اس کو ضائع کیا۔ (کیسا
سادت) یہ ائمہ ہیں اس طرف کہ ایثار بھی صحبت کا ایک حق ہے۔

عدل میرت کی دو اور اہم اور بنیادی صفات جن کو اگر مومن اختیار کرے تو نہ صرف یہ کہ تعلقات میں خرابی کو کہیں سر اٹھانے کا موقع
نہ مل سکے گا۔ بلکہ یہ انتہائی شہیریں ہو جائیں گے۔ عدل اور احسان ہیں۔ جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے بحیثیت حکم کے ارشاد فرمایا۔
إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ (نحل)
اللہ تعالیٰ عدل اور احسان پر کاربند رہنے کا حکم دیتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ (اللہ حکم دیتا ہے) کا انداز بیان قابلِ غور ہے۔
عدل کا تصور دو متعلق حقیقتوں سے مرکب ہے۔ ایک یہ کہ لوگوں کے درمیان حقوق میں توازن و تناسب قائم ہو۔ اور دوسرے یہ
کہ ہر ایک کو اس کا حق بے لاگ طریقے سے دیا جائے۔ اور عدل کے حکم کا تقاضا یہ ہے۔ کہ ہر شخص کو اس کے اخلاقی معاشرتی۔ معاشی قانونی
سیاسی و تمدنی حقوق پوری ایمان داری کے ساتھ ادا کیے جائیں۔ یعنی ایک مسلمان اپنے بھائی کے وہ تمام حقوق ادا کرے۔ جو شریعت نے
عائد کیے ہیں۔ اپنے معاملات اس طرز پر طے کرے۔ جس طرز پر شریعت چاہتی ہے۔ سلوک اس نوعیت کا ہو جس نوعیت کا تقاضا شریعت
کرتی ہے۔ اور برتاؤ میں وہی روش اختیار کرے جس کا حکم شریعت نے دیا ہے۔ اس لیے کہ شریعت ہی وہ نظام ہے جس میں پورے عدل کے
تمام تقاضے بکمالِ حسن و خوبی ملحوظ رکھے گئے ہیں۔

وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (حدید)
اسی طرح اس کا تقاضا یہ ہے۔ کہ اگر کسی سے بُرائی کا بدلہ لے۔ تو
بس اتنا ہی لے۔ جتنی بُرائی کی گئی ہے۔ جو اس سے بڑھا اس نے عدل سے تجاوز کیا۔

عدل کی مزید تشریح جو اس کے تصور کو بالکل مکمل کر دیتی ہے۔ اس حدیث میں ہے۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نوباتوں
کا ذکر کیا ہے جن کا حکم اللہ کی طرف سے دیا گیا ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ۔

علمة العدل في الغضب والرضاء
غضب کی حالت ہو یا ندامت کی بہر صورت عدل کے حکم پر ہونا۔

دراصل کمالِ میرت کی بنیادی علامت یہ ہے۔ کہ آدمی کی قلبی کیفیت کچھ بھی ہو۔ لیکن وہ عدل کے راستہ سے سرِ مرنہ نہ ہٹے۔ اور اس

میں اصلی چیز یہ ہے کہ آدمی کے کردار میں اتنی طاقت ہو کہ خواہ آدمی کے دل میں اپنے بھائی کی طرف سے غبار اور میل ہو لیکن پھر بھی وہ اپنے معاملات، برتاؤ اور رویہ کو شریعت کے تقاضوں سے ہٹنے نہ دے۔ اس عدل کے بعد الگ چیز احسان ہے۔ جو عدل سے زائد ایک چیز اس کی اہمیت باہمی تعلقات میں عدل سے بھی زیادہ ہے۔ عدل اگر تعلقات کی اساس ہے۔ تو احسان اس میں شیریںیاں اور خوش گواریاں پیدا کرتا ہے۔ کوئی تعلق صرف اس بنیاد پر قائم نہیں رہ سکتا کہ ہر فریق تاپ تول کر کے دیکھتا رہے۔ اور اپنے حسب الوصول حقوق میں کسی طرح کی کمی اور دوسروں کے واجب الادا حقوق میں کسی طرح کا اضافہ گوارا نہ کرے۔ ایسے ایک کھرے تعلق میں کش مکش تو نہ ہوگی۔ مگر محبت اور شکر گزاری اور عالی ظرفی اور ایثار اور اخلاق و خیر خواہی کی نعمتوں سے وہ محروم رہے گا۔ جو دراصل زندگی میں لطف و ولادت پیدا کرنے والی ہیں۔ یہ نعمتیں احسان سے حاصل ہوں گی۔ جس سے مراد ہے نیک برتاؤ۔ فیاضانہ معاملہ۔ ہمدردانہ رویہ۔ رواداری۔ خوش خلقی۔ درگزر، باہمی مراعات، ایک دوسرے کا پاس و لحاظ۔ دوسرے کو اس کے حق سے کچھ زیادہ دینا اور خود اپنے حق سے کچھ کم ہی پر راضی ہو جانا۔

اس احسان کا تصور بھی مذہبوں والی حدیث کی تین باتیں مکمل اور واضح کرتی ہیں۔ کہ۔
 اَنْ اَصِلَ مَنْ قَطَعَنِيْ وَ اَعْطٰى مَنْ حَرَمَنِيْ وَ اَعْفَوْ
 کرے۔ میں اسے (اس کا حق) دوں۔ اور جو میرے اوپر ظلم کرے
 میں اس کو معاف کروں۔

یعنی کردار کی یہ صفت اس کا تقاضا کرتی ہے کہ نہ صرف یہ کہ آدمی اپنے بھائی کو بھلائی کا بدلہ اس سے زائد بھلائی سے دے۔ بلکہ یہ بھی کہ اگر وہ برائی کرے تو اس کا جواب بھی بھلائی سے دے۔ دَيِّدُكَ رَدُّنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةِ۔
 ان چار صفات کے بعد پانچویں چیز وہ ہے کہ جس کے لیے میں رحمت کا لفظ استعمال کروں گا۔ جس کے لیے نہ معلوم کتنی اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں۔

رحمت کا لفظ میں نے اس لیے استعمال کیا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے باہمی تعلق کی تصویر کھینچنے کے لیے اس لفظ کو اختیار کیا ہے۔ اور یہ چیز اس کے وسعت معانی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔
 مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلٰى الْكُفَّارِ
 ہیں۔ اور باہم سراپا رحمت،

اس صفت کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ہم اس کو دل کی نرمی اور گداز سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں آدمی کا رویہ اپنے بھائی کے لیے انتہائی محبت، گرم جوشی، سوز و شفقت اور اُلفت کا مظہر ہو جاتا ہے۔ اس کے بھائی کو اس سے ذرہ برابر بھی کوئی ایذا تکلیف یا ٹھیس پہنچنے کا تصور بھی اس کے لیے کرب ناک ہوتا ہے۔ یہ رحمت ہی کی ضعف ہے۔ جو آدمی کو ہر دلعزیز بناتی ہے اور انسانوں کو اس کی طرف پروانہ وار کھینچتی ہے۔ رسول اللہ کی اہم صفات میں سے ایک صفت یہی ہے جس کا ذکر قرآن مجید نے کیا ہے۔ اور دعوت و تربیت کے سلسلہ میں اس کی کئی مثالیں پیش کی ہیں۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلٰی مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ
 بے شک تمہارے پاس خود تم میں سے رسول آیا۔ تم کو کئی تکلیف

عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَوْفٌ رَحِيمٌ (توبہ)

پہنچے تو ان کو گرانی ہوتی ہے تمہاری بھلائی پر وہ حریفیں ہیں اور مؤمنین کے لیے سراپا راحت و رحمت۔

اور سورہ آل عمران میں بتایا ہے کہ اگر آپ کا دل نرم نہ جھاتا تو لوگ کبھی آپ کے گرد جمع نہ ہوتے۔ اور یہ دل کی نرمی اللہ کی رحمت

ہے۔ فرمایا۔

فَمِمَّا رَحِمَهُ مِنَ اللَّهِ لَأُنْفُضُوا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران ۱۵۹)

اللہ کی رحمت سے آپ ان کے لیے نرم دل واقع ہوئے ہیں۔ اگر کہیں آپ بدحو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس اُدھر اُدھر بھاگ کھڑے ہوتے۔

ایمان کا نتیجہ الفت ہے۔ اور الفت سخت دلی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ لہذا ایک مؤمن جو سراپا الفت ہوتا ہے سراپا نرمی بھی ہوتا ہے۔ ورنہ اس کے ایمان میں کوئی بھلائی نہیں۔ اس حقیقت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں روشنی ڈالی ہے۔

المؤمن مألوف ولا خیر فی من لا یألف ولا یؤلف اور نہ اس سے محبت کی جلتی ہے۔ اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ جو شخص نرمی سے محروم کیا گیا وہ بھلائی سے محروم کر دیا۔

اور اس لیے یہ فرمایا کہ من یحرم الرفق یحرم الخیر (عن جریر فی المسلم - مشکوٰۃ شریف)

مَنْ اعْطِيَ حَظَّهُ مِنَ الرَّفْقِ اعْطِيَ حَظَّهُ مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (عن عائشہ - مشکوٰۃ شریف)

آپ نے ایک دفعہ تین جنتی آدمیوں میں سے ایک شخص کو گناہ کیا جو اپنے رشتہ داروں اور ہمسایان کے لیے رحیم اور رقیق القلب ہے رحیم رقیق القلب لعل ذی قرین (مسلم) یہ اس لیے کہ رحمت سے محرومی بدبختی ہے اور جو زمین پر بندوں پر رحم نہیں کرتا۔ وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور جو زمین پر اللہ کے بندوں پر رحمت کرتا ہے اس کے لیے اللہ کی رحمت واجب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ

لا تَنْزِعِ الرَّحْمَةَ إِلَّا مِنْ شَقِيٍّ (عن ابی ہریرہ - رواہ احمد و الترمذی - مشکوٰۃ ۲۲۳)

اور مزید بتایا کہ

الواحمون یرحمہم الرحمن الرحیم (عن ابی ہریرہ - رواہ احمد و الترمذی)

جو رحم کرنے والے ہیں رحمتوں پر رحم کرتا ہے تم زمین والو پر رحم کرو۔ تاکہ آسمان والا تم پر رحم کرے۔

مشکوٰۃ ص ۲۲۳

اس نرمی و رحمت کے جو دو مختلف پہلو چوڑوں اور بڑوں کے ساتھ ظہور پذیر ہوتے ہیں یعنی شفقت و عزت، اس کا ذکر اس طرح فرمایا ہے کہ

لَيْسَ مِمَّا مِنْ لَدُنِّي صَغِيرًا وَلَمْ يُوقَسْ عَجِيرًا

ابوداؤد ترمذی مشکوٰۃ ص ۲۲۳

جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

ایک مسلمان اپنے بھائی کے ساتھ تعلقات میں سراپا نرمی ہوتا ہے۔ اور اپنے معاملات میں اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ ہر ممکن طریقہ سے اس کے دل کو خوش رکھے اور اس کو تکلیف نہ پہنچے دے اور اس کا ہر جائز مطالبہ پورا کر دے۔ اس امر کو رسول اللہ نے ایک مثال سے یوں سمجھایا کہ

الْمُؤْمِنُونَ هَيَّوْنَ لِيَتُونَ كَالْجَمَلِ الْأَنْعَبِ إِنْ قَسِدَ انْقِلَابًا

وَأَنْ يُسَيِّخَ عَلَى صَفَرَةٍ اسْتِخَارَ - (رواہ الترمذی من کمال مشکوٰۃ

ص ۲۳۲)

مومن برادربار اور نرم دل ہوتے ہیں اس اونٹ کی مانند جس کی ناک میں نیل پڑی ہو اگر گھینپا جائے تو کھینچا چلا جائے۔ اور پتھر پر بٹھایا جائے تو پتھر پر بیٹھ جائے۔

قرآن مجید نے بڑے مختصر اور جامع انداز میں اس پوری کیفیت کو یوں بیان کیا ہے۔ اِذْ لَهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ - دراصل یہ رحمت و مہربانی کی وہ صفت ہے۔ جو تعلقات میں ایک نئی روح ڈال دیتی ہے۔ اور ان کے حسن و جمال کو مکمل کرتی ہے۔ اور ایک شخص جو ایک مرتبہ اس رحمت سے لطف اندوز ہو جاتا ہے۔ پھر اس کا دل اس تعلق کو توڑنے کے لیے مشکل سے رہنی ہوتا ہے جس کے ذریعے اس کو یہ نعمت ملتی ہے۔

(باقی آئندہ)

آوازِ اللہ

و جب میں لائے گا یہ مضمون اہل فوق کو
دھوم تھی روزِ ازل اس سید ذی جا کی
جب کے آثارِ فطرت کہہ کے حرفِ لا الہ
نورِ احمد سے اٹھی آوازِ الا اللہ کی

اکبر الہ آبادی

تنہائی کے سب دن ہیں، تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں
ہر لحظہ کشمکش ہے، ہر آن تسلی ہے،
ہر وقت ہے دل جوئی، ہر دم ہیں مدارِ راتیں
کوثر کے تقاضے ہیں، تسنیم کے وعدے ہیں
ہر روز یہی جو ہے، ہر رات یہی باتیں
بے مایہ سہی لیکن شاد وہ بلا بھیجیں
بیمبھی میں دروں کی کچھ ہم نے بھی سونا تمہیں

مولانا محمد جوہر

از مولانا سیّد ابوالحسن ندوی مدظلہ العالی

نبی کا طریق دعوت و اصلاح

(قسط ۲۱)

نے اپنے رسولؐ کو اور آپؐ کے اصحاب کو ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی۔ یہ لوگ یثرب کو ہجرت کر گئے۔ اور اسلام ان سے بھی پیسے یثرب پہنچ چکا تھا۔

اہل مکہ یثرب والوں سے خوب کھل چل گئے۔ حالانکہ ان کے درمیان کی کڑی صرت یہ بنیاد سبب تھا۔ تاریخ نے دین کی طاقت و اثر کا یہ انوکھا منظر پیش کیا۔ اس و خراج نے جنگ ثبات سے ابھی اپنا دامن نہیں نہ جھاڑا تھا۔ اور ان کی خون آشام نواروں سے ابھی تک خون ٹپک رہا تھا۔ ایسے حالات میں اسلام نے دلوں میں الفت و محبت پیدا کی۔ اس مصالحت کے لئے اگر کوئی شخص پوری دنیا کا خزانہ خرچ کر دیتا۔ تو بھی اس کی طاقت سے باہر تھی۔ اس کے بعد نبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ کر دیا۔ ایسا بھائی چارہ جس کے سامنے سب کے بھائیوں کی محبت گرد اور دنیا کی ساری دوستیاں اس سے شرمندہ تھیں۔ تاریخ میں ایسی محبت و خلوص کی مثال نہیں ملتی۔

یہ نوزائیدہ جماعت جو مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ پر مشتمل تھی۔ ایک عظیم الشان اسلامی امت کی اور اسلام کا سرمایہ تھی۔ اس جماعت کا ظہور ایسی کٹھن گھڑی میں ہوا۔ جب کہ دنیا موت و زندگی کی کشمکش میں مبتلا تھی اس صحت نے اگر اس کی زندگی کا پڑا جھکایا۔ اور ان تمام خواتین کو دور کر دیا۔ جو اس کو درپیش تھیں۔ اس جماعت کا ظہور پھر اس کا سکھام انسانیت کی بقا کے لئے ضروری تھا۔ اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے انصار و مہاجرین کی اخوت و محبت پر زور دیا۔ تو فرمایا۔ اگر ایسا نہ کر دے تو زمین میں بڑا فتنہ اور فساد برپا ہو گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قرآن کی روحانی غذا پہنچا رہے تھے۔ اور ایمان کے ذریعہ ان کی تربیت فرما رہے تھے۔ اور آپؐ ان کو طہارت بدنی، خیر و فکری، خیر و جہانی اور حاضر و باغی کے ساتھ دن میں پانچ بار دہا طہارین کے حضور میں جھکائے۔ ان میں روز بروز روحانیت کی تہذیب، قلب کی صفائی، اخلاقی مشہدین۔ مادی گرفت سے آزادی اور خواہشات کی آئینہ سے چھٹکارا حاصل ہو رہا تھا۔ اور مالک الدن و دہا کا عشق اور خوف بڑھ رہا تھا۔ آپؐ ان کو تکلیف میں صبر اور درگزر اور ضبط نفس کی تعلیم فرماتے تھے۔ لڑائی ان کی خیر میں داخل تھی۔ خواہ اسے ان کا ازلی رشتہ تھا۔ وہ لوگ اس قوم سے تھے۔ جس کی تاریخ لبوس و داس و غیرہ کی نوین داستانوں سے پہلے۔ یوم البغداد کو ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جگہ سرشت انسانوں کو محسوس ہوئے تھے۔ اور ان کی عربی نخوت کو ایمان کی قوت سے دبائے ہوئے تھے۔ آپؐ ان سے کہنے کہ کھڑا یدیکم و اخیروا الصلوٰۃ و اپنے ماتھوں کو روک کے رہو۔ اور نماز قائم کر دو۔

وہ آپؐ کے حکم سے موم ہو گئے تھے۔ بغیر ادنیٰ بزدلی کے انہوں نے اپنے ماتھوں کو روک لیا۔ وہ سب برداشت کر رہے تھے۔ جو دنیا کی کسی قوم نے برداشت نہیں کیا۔ تاریخ نے ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں کیا جس میں ایسی مسلمان نے اپنے نفس کی طرف سے حفاظت کی ہو۔ اور قبالی یا انتقامی کارروائی کی ہو ضبط و تحمل کی یہ انتہائی مثال ہے۔ جو میں کسی جماعت کی تاریخ میں ملتی ہے۔

قریش جب حد سے بڑھ گئے۔ اور پانی سر سے اونچا ہو گیا تو اللہ

بہوں اور شراب کے پیالوں کے درمیان حائل ہو گیا۔ پھر کیا تھا۔ بالآخر کو بہمت نہ تھی کہ اوپر اٹھ سکے اور بہوں کی تناسل میں خشک ہو گئیں۔ شراب کے برتن توڑ ڈالے گئے۔ اور شراب مدینہ کی گلیوں اور باہروں میں بہ رہی تھی۔

جب شیطان کے اثرات ان کے نفوس سے دھل گئے۔ بلکہ بہوں کہنا چاہیے کہ جب ان کے نفوس کے اثرات ان کے نفوس سے زائل ہو گئے۔ نفسانیت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور وہ لوگ اپنے نفوس سے دیباہی برتاؤ کو کرنے لگے۔ جیسا کہ دوسرے کرتے تھے۔ دنیا میں رہتے ہوئے مردانِ آخرت اور نقدِ سودے کے بازاریں آخرت کے قرض کو دنیا کے نقد پر ترجیح دینے لگے۔ نہ کسی مصیبت سے گھبرائے، نہ کسی نعمت پر اترائے۔ فقران کی راہ میں رد کاوٹ نہ بن سکتا۔ دولت سرکشی پیدا نہ کر سکتی۔ حجابِ غافل نہ کرتی۔ کسی طاقت سے نہ دبتے۔ اللہ کی زمین پر اکرٹنے کا خیال بھی نہ آتا۔ بگاڑ اور خراب کا دہم بھی نہ ہو سکتا تھا۔ لوگوں کے لئے وہ میزانِ عدل تھے۔ وہ انصاف کے علمبردار اور اللہ تعالیٰ کے گواہ تھے۔ خواہ اپنے نفس کے خلاف گواہی دینی پڑے۔ رخاہ والہین اور اعزاء کے خلاف جانا پڑے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین کو ان کے قدموں میں ڈال دیا۔ اور دنیا کو ان کے لئے متحرک کر دیا۔ وہ اس وقت عالم کے محافظ اور اللہ کے دین کے داعی بن گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا جانشین بنایا۔ اور آپ خود ٹھنڈی آنکھوں کے ساتھ رسالتِ ادا امت کی طرف سے اطمینان لے کر رفیقِ اعلىٰ کی طرف سفر کر گئے۔

مسلمانوں کی طبیعتوں کا یہ زبردست انقلاب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مہارک پر انجام پایا۔ اور مسلمانوں کے ذریعے سے انسانی معاشرہ میں پھیل آیا۔ انسانی تاریخ کا ایک الونکھا واقعہ تھا۔ اس انقلاب کی ہر چیز زوالی اور الونکی تھی۔ اس کی سرعت اس کا معنی۔ اس کی وسعت دہر گئی۔ اس کی وسعت اور فہم انسانی سے قرب، یہ سب اسی بحرِ عقل و اقد کے نئے پہلو تھے۔ یہ انقلاب دوسرے خارجی عادت و اقدات کی طرح کوئی پیچیدہ مسئلہ یا ناقابلِ فہم مسئلہ نہ تھا۔ علمی طریقے سے اس انقلاب کی تحقیقات کیجئے۔

مسئلہ بنائیتِ دقیق اور دور رس تربیت فرماتے رہے۔ اور ادھر قرآن براہِ ان کے قلوب کو طاقت اور گرمی بخشتا رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجال سے ان کو دینی استقامت، خواہشاتِ نفس پر تلو رصائے الہی کی سچی طلب اور اس کی راہ میں اپنے کو مٹانے کی عادت، حجت سے عشق۔ علم کی حرص۔ دین کی سمجھ اور اعتنا نفس کی دولت حاصل ہوئی۔ وہ لوگ حقیقی دستِ حق میں رسول اللہ کی اطاعت کرتے۔ جس حال میں ہوتے۔ خدا کی راہ میں اٹھ کھڑے ہوتے۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں دس سال کے اندر تائیں بار جہاد کے لئے نکلے۔ اور آپ کے علم سے سو مرتبہ سے زائد کھربہ ہو کر میدانِ جنگ کی طرف گئے۔ ان کے لئے دنیا سے بے تعلقی آسان بن گئی تھی۔ اہل و عیال کے مصائب برداشت کرنے کے عادی بن گئے تھے۔ قرآن مجید کی آیات وہ بے شمار احکام لائیں۔ جو ان کے لئے پہلے سے مانوس تھے نفس و مال۔ اولاد و خاندان کے بارے میں احکام نازل ہوئے۔ جن کو ان کو کچھ نہ سہی کھیل نہ تھی۔ لیکن خدا اور رسول کی ہر بات ماننے کی عادت ہو گئی تھی۔ شرک و کفر کی گتھی جب سجد گئی۔ تو ساری گتھیاں ہاتھ لگاتے کی سجد

گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار پھر ان کے ایمان کے لئے جہاد مستقل کو شش اور عہد و پند کی ضرورت نہ رہی۔ اسلام و جاہلیت کے سرکہ میں اسلام نے جاہلیت پر فتح حاصل کر لی۔ پھر تو ہر موقع کے لئے ہر مرتبہ نئے سرکہ کی ضرورت باقی نہ رہی۔ وہ لوگ مع اپنے قلوب کے۔ مع اپنے ہاتھ پاؤں کے۔ مع اپنی روحوں کے اسلام کے دامن میں آ گئے۔ ان پر جب حق واضح ہو گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی کشاکش باقی نہ رہی۔ آپ کے فیصلہ پر ان کے سب سے کبھی نہ بھگتے۔ جس بات کا فیصلہ آپ فرمادیتے۔ ذرا اختلاف کی گنجائش باقی نہ رہتی۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اپنے چھپے قصودوں کا اقرار کیا۔ اور اگر کسی گناہ میں مبتلا ہو گئے۔ تو اپنے جھوٹوں کو حذر اور سزاؤں کے لئے پیش کر دیا۔ شراب کی حرمت کا نزول ہوا اور چھپکتے ہوئے جامِ تھیں توں پر تھے۔ اللہ کا علم ان کے بھڑکتے ہوئے جگر آلودہ

تاریخ انسانی اور معاشرہ انسانی میں اس کے اثرات کا مطالعہ کیجئے۔
تمام لوگ خواہ عرب ہوں یا عجیب نہایت مسخ شدہ زندگی گزار رہے
تھے، ہر وہ ہستی جو ان کیسے وجود میں لائی گئی تھی اور جو ان کے تعارف
کے تابع تھی، امر وہی اور سزا و جزا کی طاقت سے محروم تھی۔ اس کی وہ
پرستش کرنے لگے تھے، وہ ایک بالکل سچی اور اچھی مذہبیت رکھتے
تھے، جس کا زندگی میں کوئی اثر، اور ان کے طبائع، ارواح اور قلوب
پر کوئی اقتدار نہ تھا۔

اخلاق و معاشرت اس مذہبیت سے ذرا متاثر نہ تھے، اللہ
تعالیٰ پر ان کا ایمان ایسا تھا، جیسا کہ ایک مانع اپنا کام پورا کر کے
گنہگار کش اور گوشہ نشین ہو گیا ہو۔ اور اس نے اپنی مملکت ان لوگوں
کے حوالے کر دی ہو۔ جن کو اس نے خلعت ربوبیت سے سرفراز کیا ہو
اور وہ حکومت پر قابض ہوں، اور سیاہ و سفید ان کے ہاتھ میں ہو۔
غذا کی تقسیم، ملک کا نظم و نسق ان کے اختیار میں ہو۔ غرض ایک منظم حکومت
کے جتنے شعبے اور محکمے ہوتے ہیں، وہ سب ان کے انتظام میں ہوں،
اللہ تعالیٰ پر ان کا ایمان ایک تاریخی واقعیت سے زیادہ نہ تھا۔
اللہ تعالیٰ کو پروردگار سمجھنا۔ اور اس کو زمین و آسمان کا خالق ماننا ایسا
ہی تھا، جیسے تاریخ کے کسی طالب علم سے پوچھا جائے کہ یہ قدیم عمارت
کس کی تعمیر ہے؟ وہ جواب دے کہ فلاں بادشاہ کی، اس بادشاہ کے
نام سے اس کے قلع پر خوف و سراسیمگی کوئی لہر نہ دوڑے۔ نہ اس کے
دماغ پر کوئی اثر پڑے۔ ان لوگوں کا دین اللہ تعالیٰ کے خوف اور طمع
و دعا سے خالی تھا۔ اللہ کی صفات سے وہ بالکل بے خبر تھے۔ اس لئے ان
کے دل میں اس کی محبت کا کوئی جذبہ اور اس کی عظمت و کبریائی کا کوئی
نقش نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کے منتقن ان کو بہت مبہم۔ محض اور عامیانہ
و سلی ساطم تھا۔ جس میں کوئی گہرائی، درقوت نہ تھی۔

یونانی فلسفہ نے خدا کے تعالیٰ کی ذات کے تعارف کے سلسلہ
میں زیادہ تر نفی سے کام لیا۔ اس نے صفات کی نفی کی۔ اور نفی کا ایک
طریق سلسلہ قائم کیا۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی مثبت تعریف اور کوئی

ایجابی صفت نہیں ہے۔ نہ اس کی قدرت کا ذکر آتا ہے۔ نہ اس کی
ربوبیت، اس کی بے پایاں بخشش، اس کی محبت و رحمت کا تذکرہ ہے۔
اس فلسفہ نے خلق اول کو ثوابت کہی تھا۔ لیکن علم، اختیار، ارادہ اور
صفات کی نفی کی۔ اور اپنی طرف سے ایسے کلیات و اصول وضع کئے۔ جو اس
ذات عالی کی تحقیق، اور مخلوقات پر تیاں تھا۔ اور ظاہر ہے کہ اگر
سینکڑوں نفی جمع ہو جائیں۔ تو ایک ایجاب کا فائدہ بھی نہیں دے سکتیں،
بہارے علم میں آج تک ایسا کوئی نظام۔ ایسا کوئی قدن اور ایسا کوئی
سوسائٹی بھی وجود میں نہیں آئی۔ جو محض نفی پر قائم ہو۔ یونانی فلسفہ کے
حلقہ اثر میں دین و مذہب، شعور، تفریح، حوادث میں رہا لعالمین کی
طرف تو جو قلبی، محبت و الفت کی درجے سے گیسر خالی تھا۔ اسی طرح اس دور
کی مذہبیت روح کو بیٹھی اور صرف چند بے روح رسیں اور ایمان کی
بے جان نقیص دنیا میں رہ گئیں،

مسلمان امت اور عرب قوم اس بے خبر و واضح اور بے جان معرفت
سے نکل کر ایک ایسے واضح اور عین عقیدہ تک پہنچ گئی۔ جو قلب و نفس و
جو ارج پر قابو یافتہ تھا۔ معاشرت کو متاثر کرنے والا اور زندگی اور تعلقات
زندگی پر عادی تھا۔ وہ لوگ اس خدا کے تدویر پر ایمان لائے۔ جس کے
بہترین نام ہیں جس کی شان سب ادب ہے۔ وہ لوگ ایسے رہا لعالمین
پر ایمان لائے۔ جو بڑا جہان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ قیامت کے
دن کا تنہا مالک و مختار۔ شہنشاہ پاک۔

هو الله الذي لا اله الا هو عالم الغيب والشهادة هو الرحمن
الرحيم (الحی حمید) (دلی آخر الآیات)

جو اس کا رخنہ عالم کا پیدا کرنے والا کہنے اور چلانے والا بھی جس
کے قبضہ قدرت میں تمام عالم کی باگ دوڑ ہے۔ جو پناہ دیتا ہے۔ اور
اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ اور وہ تمام
صفات جن کا ذکر قرآن مجید نے کیا ہے۔ اس کے لئے ثابت ہیں جنت اس
کا انعام ہے۔ اور دوزخ اس کی سزا جس کے لئے جاتا ہے۔ رزق میں
کٹناؤں کرتا ہے۔ اور جس کے لئے جاتا ہے۔ تنگ کر دیتا ہے۔ آسمان و زمین

کی تمام پوشیدہ اشیاء سے واقف ہے۔ آنکھوں کی چوڑیوں اور دلوں کے امرا کو خوب جانتا ہے۔

اس گہرے وسیع اور واضح ایمان سے انسان کی نفسیات عجیب طرح تبدیل ہو گئیں۔ جب بھی کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا اور لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا، اس کی زندگی میں عظیم الشان انقلاب رونما ہوتا۔ ایمان اس میں ہوسعت ہو جاتا۔ یقین رنگ و ریشہ میں سرایت کر جاتا۔ اور اس کے جسم میں خون و روح کی طرح دوڑ جاتا۔ جاہلیت کے جراثیم کو ختم کر دیتا۔ اور اس کی جبرٹوں کو اکھاڑ کے پھینک دیتا۔ دل و دماغ اس کے فیضان سے معمور ہو جاتے۔ اور وہ شخص پہلا آدمی بنی نہ رہتا۔ اس شخص سے ہمدرد شجاعت، ایمان و یقین کے لیے حیرت انگیز واقعات رونما ہوتے ہیں۔ کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اور فلسفہ و تاریخ اخلاق انگشت بہ دندان ہیں۔ قوت ایمان کے سوا کسی اور چیز سے اس کی توجیہ نہیں ہو سکتی۔

یہ ایمان ایک کامیاب اخلاقی مدرسہ اور نفسیاتی تربیت مہی جو طالب علم کو اعلیٰ درجہ کی قوت ارادی، محاسبہ نفس اور خود اپنے ساتھ انصاف کی قوت عطا کرتی۔ تاریخ میں کسی دوسری طاقت کا سرنام نہیں ملتا۔ جو نفس کی ترغیبات اور اخلاقی لغزشوں پر اس کامیابی کے ساتھ فتح حاصل کر لیتی۔

اگر کسی وقت صفت یہ بھی زور کرتی۔ اور انسان سے غلطی ہو جاتی۔ اور یہ ایسا موقع ہوتا۔ جب کوئی آنکھ دیکھنے والی نہ ہوتی۔ اور وہ شخص قانون کی دسترس سے باہر ہوتا۔ تو یہی ایمان نفس کو امر بن جاتا۔ دل کی بھانسن چین مٹیلے دیتی۔ پریشان کن خیالات کا سیلاب امنڈنے لگتا۔ اس ماہ کی یادیں جین حرم ہو جاتا۔ حتیٰ کہ وہ شخص خود قانون کے سامنے اقرار جرم کرتا۔ اور صحت سے سزا کے لئے اپنے کو پیش کر دیتا اور پھر اس سزا کو بردھار و برکت جھیلتا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ سکے۔ اور آخرت کی سزا کی جگہ دنیا کی سزا لے۔

ہمارے سامنے منبر نور میں نے اس سلسلہ میں اسلامی تاریخ کے

ایسے عجیب و غریب واقعات پیش کئے ہیں۔ جن کی نظیر اسلام کی دینی تاریخ کے علاوہ کہیں نہیں مل سکتی۔ ان ہی واقعات میں سے ماضی نامک اسٹی کا واقعہ بھی ہے۔ جس کو امام مسلم نے اپنی جامع صحیح میں نقل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ اور کہنے لگے: "یا رسول اللہ مجھ سے خطا ہوئی ہے۔ میں زنا کا مرتکب ہو گیا ہوں۔ اور میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ مجھ کو پاک کر دیں؟" آپ نے ان کو واپس کر دیا۔ دوسرے دن وہ پھر آئے۔ اور کہنے لگے: "یا رسولی میں زنا کا مرتکب ہو گیا ہوں۔" آپ نے دوبارہ واپس کر دیا۔ اور ان کے گھر سے دریافت کر لیا کہ ان کی سبھی کبھی قسم کی کوئی خرابی تو نہیں۔ یا کوئی عادت کے خلاف بات تو نہیں پائی جاتی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو صرف اسی قدر جانتے ہیں کہ وہ کچھ دھار اور اچھے خالص آدمی ہیں۔ پھر تیسری بار ماضی نامک آئے۔ آپ نے دوبارہ دریافت کر لیا۔ جواب یکساں ملا۔ چوتھی بار جب وہ آئے۔ تو آپ نے سنگسار کر دینے کا حکم دیا۔ اس کے بعد تنبیہ غامد کی ایک عورت آئیں۔ اور کہنے لگیں: "یا رسول اللہ مجھ سے زنا کی غلطی سرزد ہو گئی ہے۔ ظاہر کر دے دیجئے۔" آپ نے ان کو واپس کر دیا۔ دوسرے روز پھر آئیں۔ اور کہنے لگیں: "آپ ہمیں کیوں واپس کرتے ہیں۔ شاید اسی طرح جس طرح ماضی نامک کو واپس کرتے تھے۔" ان میں حاد بھی ہوں۔ اپنے فرمایا۔ پھر توہین۔ جاؤ۔ جب ولادت ہو جائے۔ تو آنا۔ ولادت سے جفا سرا ہوئیں۔ تو بھڑکیں۔ لڑکا پڑے میں پٹھا ہوتا تھا۔ کہنے لگیں یہ میرا بچہ ہے۔ اپنے فرمایا۔ جاؤ۔ دودھ پلاؤ۔ جب کچھ کھائے گئے۔ تو لانا۔ جب دودھ پھر دیا تو پھر آئیں۔ اور لڑکے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا۔ کہنے لگیں۔ اسے اللہ کے بنی۔ لیجئے میں دودھ پلانے سے فارغ ہو گئی۔ اور یہ کھانا کھائے گا۔ اپنے لڑکا ایک سال کے بچہ کر دیا۔ اور حد قائم کرنے کا حکم فرمایا۔ ان کے سینے تک لڑکا کھو دیا۔ اور اپنے حکم فرمایا۔ لڑکا لنگسٹ لنگسٹا کر دیا حضرت خالد بن ولید نے ایک پھر مارا۔ تو غصہ کی بھڑکیں اُپر اُپر ہوئیں۔ تو انہوں نے تھک لنگسٹ اپنے یہ الفاظ سن لے اور فرمایا۔ اُمّیں خالد۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اس نے ایسی توبہ کی کہ اسے توبہ چلی وصول کرنے والا عالم کرتا۔ تو بخش دیا جاتا۔ پھر اپنے حکم دیا۔ غائب ہی لگتی۔ اور ان کو دامن کر دیا گیا۔

اسلامی زندگی

مُسْلِمَانوں کے زندگی گزارنے کا مختصر دستور العمل

اور بارگاہِ خداوندی سے تقرب و تعلق کا باعث ہو۔ اس کے ساتھ غفلت کا برتاؤ کرنا انتہائی نادانی اور جہالت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے،

”میری امت کے لئے سب سے بہتر عبادت کلام اللہ کی تلاوت ہے۔“
قرآن مجید اس مالک ملک حکم الحاکمین کا فرمانِ عالی شان ہے جو عرضِ کریمِ زبین و آسمان، جانتے و سمجھنے، حیوان و انسان، جنات، نباتات، جمادات، عرض ہر چھوٹی و بڑی شے کا مالک و خالق ہے۔ اور ہر چھوٹی و بڑی شے اس کے قبضہ قدرت اور تصرف میں ہے جس غفلت و جہالت کا وہ تنہا مستحق اور مالک ہے۔ اسی کے ثناء بیان شان اس کا فرمان ہے، میں قدر ادب و احترام غفلت و نجات کے ساتھ فرمانِ خداوندی کا استقبال ہوگا اسی قدر بارگاہِ خداوندی سے تقرب حاصل ہوگا۔ اور اسی کی قدر و قدر اعلیٰ سے انوارات کا فیضان ہوگا۔ الَّذِينَ اسْتَبَقُوا الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلْكَ دَيْتِهِمْ اُولَئِكَ يَرْجُونَ جَهَنَّمَ تِلْكَ فَا دَلِيلُكَ هُمْ الْخَاسِرُونَ۔ وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے، تلاوت کرتے ہیں۔ تلاوت کا حق یہی لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں، وہی خسارہ والے ہیں۔

تلاوت قرآن مجید کے وقت چند ادب کا خیال رکھے۔

اول وضو کر کے نہایت آداب کے ساتھ گردن جھکائے ہوئے قبلہ کی طرف منہ کر کے دو زانو بیٹھے، اور نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر صحت الفاظ کے ساتھ تلاوت کرے۔

یہ ظاہری احترام ہے۔ اصل احترام دل کا احترام ہے۔ بگڑ چوڑے ظاہر کا اثر ہمیشہ باطن پر پڑتا ہے۔ اس لئے ظاہری احترام بھی

(۳) قرآن مجید کے ساتھ دل بستگی اور وابستگی پیدا کرنا۔ اور کوئی وقت مقرر کر کے ادب و احترام کے ساتھ روزانہ تلاوت کرنا اور اس کے مطالب اور معانی پر غور کرنا۔

پروردگارِ عالم نے اپنے رسول امین کے ذریعہ اپنی مخلوق کی انسانی کے لئے زندگی گزارنے کا مکمل دستور العمل بھیجا ہے جس میں بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح اور کمال کی راہ کو واضح کر دیا، اور کامیابی کا مہر لایا، جو اس کے اتباع پر منحصر کر دیا۔ اَتَّبِعُوا مَا اَنْزَلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ اَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ۔ تم لوگ اس کا اتباع کرو۔ جو مہر سے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے، اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو۔ تم لوگ نہایت کم نصیحت مانتے ہو۔

اس کی ہر بات حق و واجب تسلیم اور واجب العمل ہے۔ اور اس کا ہر لفظ مشعل نور و ہدایت ہے، اور ہر آیت تمام مومنوں کے لئے پیامِ شفا و رحمت ہے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَنَاذِرٌ لِّبَشَرٍ۔ یہ فرمانِ شاہی انسانی زندگی کے لئے بمنزلہ دستور اساسی کے ہے جو انسان اس کو اپنا اساس زندگی بنائے گا، اور اس کو اپنا مقصد اور مقصد قرار دے گا، وہ یقیناً ناکام اور کامیاب ہوگا، ورنہ ہلاک و برباد ہوگا۔

جس منہرِ ان خداوندی کی پیروی انسان کی نجات اور فلاح کا واحد ذریعہ ہو۔ اس سے بے اعتنائی برتنا، اس کو پس پشت ڈالنا اس کے ساتھ ہے تو جہی کا برتاؤ کرنا اپنے ماتحتوں اپنے کو مالکِ برباد کرنا ہے جس فرمانِ خداوندی کا بے سمجھے تلاوت کرنا بھی موجبِ نجات

ضروری ہے۔

دوسرے اس مقدس کلام کی عظمت و محبت سے
برہنہ ہو جس کے آثار ہر سے بھی نمایاں ہوں۔ اور وہ کیفیت
پیدا ہو جائے جس کو قرآن کریم میں اس طرح واضح کیا ہے۔
اللَّهُ تَوَكَّلْ أَحْسَنَ الْخَائِذِينَ كَتَبْنَا مُتَشَابِهًا مَثَلًا يَنْفَعُ الْمُتَعَذِّرَ
مِنْ جُلُودِ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلَوْنَ جُلُودَهُمْ
وَقُلْنَا بِهِمُ الْإِلَٰهَ ذَاكَ اللَّهُ هَذِهِ الْأُمُورُ
بِهِمْ مَكْنُوتٌ تِلْكَ أَمْثَلُ اللَّهِ فَمَالَهُ جَعَلَ هَٰذَا اللَّهُ
نے امارا ہے۔ بہتر بات کتاب ہے۔ یکساں دہرائی جانے والی
بال کھڑے ہوتے ہیں۔ اس سے کھال پر ان لوگوں کے جوڑتے ہیں۔
اپنے رب سے۔ پھر نرم ہوتی ہیں۔ ان کی کھالیں اور ان کے دل
اللہ کی یاد پر یہ ہے۔ ہدایت اللہ کی ہدایت کر دیتا ہے۔ اس کے
ساتھ جھکو چاہئے۔ اور جھکو گمراہ کرے اللہ پس ہمیں اس کے
واسطے کوئی راہ دکھانے والا

تیسرے اگر قرآن کریم کے معنی سمجھ سکتا ہو۔ تو کوئی
آیت بھی بلا سمجھے تلاوت نہ کرے۔ بلکہ ہر آیت کے مضمون پر خوب
اچھی طرح غور و فکر کرے۔ اور دل میں اس کا مفہوم ذہن نشین
کرنے کی کوشش کرے۔ اور اپنی سمجھ پر ہرگز اکتفا نہ کرے
بلکہ جہاں ہمیں غماں ہو۔ کسی وسیع دار عالم کی طرف رجوع کیے
کِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لَيْسَ فِيهِ زُورٌ وَلَا آيَاتٌ وَلَيْسَ كَثْرَ
أُولَٰئِكَ إِلَّا بِأَدْيِهِ تَابِ تَارِي هَمْ نَ اس کو تیر کی طرف بابرکت
تاکہ فکر کریں اس کی آیتوں میں اور نصیحت پکڑیں عقل والے،
چوتھے ہر مضمون کی دل سے تصدیق کرے۔ شک و شبہ کو
زرا گنہگار نہ دے، ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ
یہ کتاب نہیں ہے۔ شک اس میں ہدایت ہے۔ پرہیزگاروں کے لئے،
اگر بدقسمتی سے قرآن کریم کے الفاظ بھی نہیں پڑھ سکتا۔ تو اپنی
اس کو تابہی پر نام اور شرمسار ہو۔ اور کچھ دقت روزانہ قرآن کریم کی

تعلیم میں صرت کرے۔

۴م، کچھ دقت یاد الہی اور ذکر و فکر میں گزارنا۔
جب کسی شے کی شن و خوبی کا بار بار تذکرہ زبان پر آتا ہے۔ تو لحالہ
اس کے ساتھ تعلق خاطر پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جب کسی شے کا حسن و جمال
آنکھوں میں سما جاتا ہے۔ اور کسی کی خوبیاں دل میں گھر کر لیتی ہیں۔ تو ہر
دقت بے ساختہ اسی کا نام زبان پر آتا ہے۔ اور دل میں ہر دقت اسی
کی یاد چٹکیاں لیتی رہتی ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ کسی کے ساتھ تعلق پیدا کرنے
کا طریقہ یہ ہے۔ کہ ہر دقت شوق و رغبت کے ساتھ اس کے نام اور اس کی خوبیوں
کا تذکرہ کیا جائے۔ اور جب کسی سے محبت تعلق پیدا ہو جائے۔ تو اس کا
خاصہ یہ ہے۔ کہ اچھے بیٹھے کھاتے پیتے سوتے جاگتے ہر دقت ہر آن
محبوب کا نام اور اس کی خوبیوں کا تذکرہ و در زبان رہتا ہے۔ اور اس
کی یاد ہر دقت دل کو تڑپائے رکھتی ہے۔

اگر حق تعالیٰ کے ساتھ کمال محبت و تعلق قائم ہے۔ تو لحالہ خود بخود
ہر دقت اس کی یاد اور اس کی خوبیوں کے تذکرہ میں مشغول رہے گا۔ اور
کسی دقت مجرب نام لئے بغیر اطمینان و سکون مستمیر نہ ہوگا۔ الا بدکر اللہ
تقطع القلوب اور جس قدر ان محاسن اور خوبیوں کا تذکرہ زبان پر
ہوگا۔ اسی قدر دل سے لگاؤ اور تعلق میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ اس مالک الک
کی خوبیوں کی کوئی انتہا نہیں۔ اس لئے دنیا محبت کا بھی کہیں کنارہ
نہیں۔ اگر اس محبت اور تعلق میں کچھ کمی ہے۔ تو اس کو زائل کرنے اور
حقیقی محبت کے پیدا کرنے کا طریقہ بھی یہی ہے۔ کہ حق تعالیٰ کے محاسن
اور خوبیوں پر غور کرے۔ دل میں ان کو جگہ دے۔ اور شوق و رغبت
کے ساتھ ہر دقت ان کا تذکرہ کرے جس سے آہستہ آہستہ حق تعالیٰ
کے ساتھ لگاؤ اور تعلق پیدا ہوگا۔ جس قدر یہ خوبیاں دل میں جاگیریں
ہوئیں گی۔ اسی قدر محبت خداوندی سے دل سرشار ہوگا۔ اور غیر اللہ کی
محبت نیست و نابود ہوگی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حق تعالیٰ کے ذکر میں
مستول رہنے کی بڑی نفیست اور تاکید ہے۔ اور جو ذکر الہی سے
خالی ہے۔ وہ مردہ اور بے حس ہے۔ استاد ربانی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ذَكِّرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوا بُحْبُوحَةً
وَأَقْبِلُوا رِجَالَكُمْ عَلَى الْإِيمَانِ وَاللَّهُ كَاتِبُ ذِكْرِكُمْ كَمَا كُنتُمْ
بِالْإِيمَانِ كَرِهُوا مَسْجِدَ اللَّهِ وَمَسْجِدَ الْمَدِينَةِ

اَللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا تَحِلُّ وَلَا تَوَلَّوْا اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ
ایک تسبیح صبح اور ایک شام ہستی کا دھیان کرتے ہوئے غفلت و محبت
کے ساتھ جی لگا کر پڑھے۔ اور درود استغفار کی کوئی مقدار معین
کر کے اس کا التزام کرے۔ حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے جب
دل اس سے مانوس ہو جائے۔ اور التزام کے ساتھ یہ درود ادا ہونے لگے۔
تو کبھی شیخ طریقت متبع سنت سے کچھ اور پڑھنے کے لئے دریافت کرے
۵، علم دین حاصل کرنے کی سعی کرنا۔

انسان کی پیدائش کا مقصد حق تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت و
فرمانبرداری ہے۔ اور اس اطاعت اور بندگی کا ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کے بغیر کوئی اطاعت اور بندگی قابل
پذیرائی نہیں۔ جو قدم بھی خلاف پیغمبر آٹھے گا۔ وہ راہ مستقیم سے ہٹا
کر ہلاکت اور بربادی کی طرف لے جائے گا۔ تو ہر انسان کے لئے ضروری
ہوگا کہ زندگی کے ہر ہر منہج میں ہر قدم پر خدا اور رسول کا حکم معلوم
کر کے اس کے موافق عمل کرے۔ ایسی وجہ ہے کہ علم حاصل کرنے کی
بڑی فضیلت اور تاکید ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر مسلمان اپنی
وسعت اور کئے موافق علم دین حاصل کرنے کی سعی کرے۔ اس کا یہ
مطلب ہرگز نہیں۔ ہر شخص اپنا کاروبار اور مشغولہ چھوڑ کر دینی مدرسہ
میں داخل ہو جائے۔ بلکہ مفصل یہ ہے کہ اپنے مشاغل میں مشغول رہتے
ہوئے کچھ وقت علم دین حاصل کرنے کے لئے بھی ضرورت رخص کیا جائے
جس کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ اہل دل اور متبع شریعت متقی پرہیزگار ذی علم
لوگوں کی صحبت اختیار کرے اور ان کے ارشادات سے مستفیض ہو۔ ایسے
بزرگوں کی صحبت سے دل میں نورانیت اور صلاحیت پیدا ہوگی۔ اولیاء اللہ
کے ارشادات چونکہ دل سے نکلتے ہیں۔ اس لئے دل پر اثر کرتے ہیں۔ جس سے
دل کی شقاوت دور ہو جاتی ہے۔ اور آنے والی زندگی کا فکر لاحق ہوتا
ہے۔ اور بندگی اور اطاعت خداوندی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَحُكْمَ الْمَلِكِ الْقَائِمِ

جو انسان اپنے مالک خالق مرتبی کو بھولا ہوا ہے۔ وہ درحقیقت اپنے
وجود اور ہستی کو بھولا ہوا ہے۔ اپنی ہستی سے ذرا بھی باخبر ہوتا۔ تو اپنے
بنانے والے تربیت دینے والے سے ہرگز بے خبر نہ رہتا۔ ایسا خود فراموش
شخص انسان ہرگز نہیں۔ بلکہ سرکش زندہ ہے۔ جس سے احتیاج ضروری
ہے۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَا هُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ
هُمْ أَنْفُسُكُمْ ۚ قَدْ تَمَّ ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ۔ جنہوں نے اللہ
کو بھلا دیا۔ پس بھلا رکھا ہے۔ انہوں نے۔ اپنے نفسوں کو یہی لوگ ہیں
سرکش،

ایسے سرکش انسان کی دنیا اور عقبی دونوں برباد ہوں۔ یہاں
بھی پریشان خاطر پرانگندہ حال ہے گا۔ اور وہاں بھی دکھ اور ذلت
و اہانت میں مبتلا ہوگا۔ مَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ
مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَعْمًى۔ جو شخص اِراض کرے سیر
ذکر سے بیشک اس کے لئے تنگ معیشت ہے۔ اور انھیں گئے۔ ہم اس کو
قیامت کے دن اندھا

البتہ یہ بات ضرور ذہن نشین رہے۔ کہ جس غفلت و حلال دماغ
شہنشاہ کا تم نام لے رہے ہو۔ وہ تم سے باخبر ہے۔ تمہاری بات کو
سن رہا ہے۔ تمہارے دل کی کیفیت کو بخوبی جانتا ہے۔ اس لئے اس کی
غفلت و حلال کے مناسب غفلت و محبت کے ساتھ اس کا تذکرہ ہو۔ تو وہ
رحیم و کریم ہیں اپنے لطف و کرم سے تم کو یاد رکھے گا۔ قَدْ ذَكَّرْنَا بِذِكْرِكُمْ
دُتَمِ مِيزَا ذِكْرُكُمْ۔ میں تمہیں یاد رکھوں گا، اور اگر غفلت و مدہوشی
کے ساتھ اس کا نام پاک و دروزبان رہا۔ تو وہ نام پاک اگرچہ اپنا اثر ضرور
کرے گا۔ اور کسی وقت میں رنگ لائے گا۔ مگر تم اپنی اس غفلت و مدہوشی کی
وجہ سے لائق لطف و کرم ہرگز نہیں۔

استبشاد میں کلمہ سوم رَسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

مکے اور بیت اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو یہاں گھر میں بیٹھنے والوں کے بڑا اور عظیم دیانے۔ یعنی بہت درجہ بخود کی طرف سے دیے گئے۔ اور مغفرت اور رحمت اور اللہ بڑی مغفرت اور رحمت دے دیں۔

اور جو کچھ مساجی عیب اس راہ میں سرزد ہوں گی۔ اور جن مشکلات اور مصائب کا سامنا ہوگا۔ اس کا نفع کسی نیز کو نہیں۔ بلکہ خود اس کی ذات کو نصیب ہوگا۔ وَمَنْ جَاهَدْ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝

انچہ از نیک و بد دومی کند آں ہمہ میدان کہ با خودی کند

یہ حسد کام نہیں۔ جو مسلمانوں کی ترقی کے لیے بمنزلہ جزا اور نیا دے
 نہیں۔ جب ان کاٹوں کو شروع کرے گا۔ اور ان کو اپنا جزو زندگی اور مقصد
 اصلی قرار دے گا۔ تو ایمان کی صلاوت اور یقین کی دولت سے مالا مال ہوگا
 اور زندگی کا رخ اس شاہ راہ ترقی پر پڑ جائے گا۔ جو انبیاء و صدیقین اور
 اولیاء کا راستہ ہے۔ جس قدر شوق و رغبت اور عظمت و احترام کے
 ساتھ اس طریق پر مداومت کرے گا۔ اسی قدر خدا اور رسول کے ساتھ
 محبت و عظمت کا تعلق قائم ہوگا۔ اور روز بروز اس تعلق میں ترقی اور افزائی
 ہوگی۔ اور وہ روحانی زندگی ایفیب ہوگی۔ جس کی کیفیت کا ادراک انسانی
 عقل سے بالاتر ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا تَجِدْ ذَكَرًا وَأَنْتَ وَهَّوْ مَوْمِنٌ
 فَلْيُحْيِيَنَّهَا حَيْلَهُ طَيِّبَةً وَلْيُخْرِجْ مِنْهُمْ أَوْجُوهٌ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ
 یعنی جس شخص کی عملی زندگی نیک راستہ پر استوار ہو۔ اور وہ خدا اور رسول
 پر ایمان بھی رکھتا ہو۔ اس کو حیوۃ طیبہ (پاکیزہ زندگی) عطا ہوگی۔ اور اس
 کے اچھے کردار کا اچھا بدلہ دیا جائے گا۔ اس عملی عہد و عہد کو دوسری جگہ سوچنا
 تہذیب کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔

قَوْمٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَمِنَ الْغَاثِ وَالْغُلَابِ وَنُوحٌ مِّنْ قَبْلِهِمْ سَمِعُوا نَادِيَهُمْ قَالُوا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ بَشِّرُنَا بِالْقُرْآنِ قَالَتْ إِنَّا كُنَّا قَوْمٌ فَاسِقِينَ

جاری رہی، اس کا اصل سبب یہ ہے کہ وہ خدا اور رسول کی راہ سے ہٹتے جا رہے ہیں۔ اور اس کا باعث خود مسلمان ہیں جو کام ان کے سپرد کیا گیا تھا، جب اس میں کوتاہی اور اضمحلال واقع ہوا تو تمام نظام عالم خود بخود درہم برہم ہو گیا۔ بھلائیوں دنیا سے انہی جہاں ہیں، اور ان کی جگہ برائیاں نمودار ہو رہی ہیں۔ اور ہر جگہ فتنہ و فساد کے پھنگے رونما ہو رہے ہیں۔ ظہورُ الفساد فی البُیوتِ والنَّجسِ بِمَا اُكْسِبَتْ اَیْمُی السَّامِیۃ۔ اب اس روز افزوں سیلاب بلا کو روکنے اور اسے روکنے عزت و شجاعت کی زندگی بسر کرنے کی صرف یہی ایک صودت ہے۔ کہ جو کام خدا اور رسول نے اُن کے لیے پسند کیا تھا، اس کو اختیار کریں۔ اور اپنی تمام مسائل کا مرکز اس کام کو قرار دیں۔ اور حقیقی محبت اور جان نثاری کا مقصد بھی یہی ہے۔ کہ جو کام محبوب کا تجویز کردہ اور پسندیدہ ہو اس کی انجام دہی اور سرسبزی میں سرگرم عمل ہو جائے۔ جس قدر اس راہ میں سجد و سجود کریں گے اور اس کام سے لگاؤ ہوگا۔ اسی قدر عنایات ربانی ہم پر آغوش ہوں گی اور خدا اور رسول کی بارگاہ میں مقرب اور ممتاز شمار ہوگا۔ گھر کی چادر دیوادی میں مٹی کر اللہ کی عبادت کرنے والا کسی طرح اس شخص کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ جو گھر درِ فرزند و ذوق سب کچھ چھوڑ کر در بدر کو چھوڑ کر شہر بے شہر اللہ کا دین بچلانے کے لئے مارا مارا پھرے۔ اور اپنی جان و مال کو اس راہ میں قربان کرے۔

[illegible]

وَعَمَلُوا الصَّالِحَاتِ لِيَتَغْنَمُوا فِي
الْأَرْضِ لَمَّا اسْتَخْلَفَ الْاِدِیْنِ مِنْ
قَبْلِهِمْ وَلَیْکِنَّ لَهُمْ فِيْهِمْ
الْاِیْدِی اِذْ تَضَعُ عَنْهُمْ ذُلُوْلَهُمْ
لَهُمْ مِنْ اَعْبُدُوْهُمْ اَمْنًا
یَعْبُدُوْا رَبَّی الْاَبَدِیْ کُنْ بِاَشْیَاہِ
سائتہ کہی کو شمریکہ دیکھیں۔

[illegible]

اس آیت میں ایک تجارت کا تذکرہ ہے جس کا پکا ثبوت یہ ہے کہ وہ عذاب الیم سے نجات دلانے والی ہے۔ وہ تجارت یہ ہے کہ ہم خدا اور اس کے رسول پر ایمان لادیں۔ اور اس کی راہ میں اپنے جان و مال کے ساتھ جہاد کریں۔ یہ وہ کام ہے جو ہمارے لئے سراسر خیر ہے۔ اگر ہم میں کچھ عقل و فہم ہو۔ اس معمولی کام پر ہمیں کیا منافع ملے گا۔ ہماری تمام غرضوں اور کوتاہیوں کو ایک دم مٹا کر دیا جائے گا۔ اور آخرت میں بڑی بڑی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا۔ یہی ثبوت بڑی کامیابی اور سرفرازی ہے۔ مگر اس پر بس نہیں۔ بلکہ ہماری چاہتی چیزیں بھی ہمیں دے دی جائے گی۔ اور دنیا کی خوشحالی اور نصرت و کامیابی اور دشمنوں پر غلبہ و فتحیابی ہے۔

حق تعالیٰ نے ہم سے دو چیزوں کا مطالبہ کیا۔ اول یہ کہ ہم خدا اور اس کے رسول پر ایمان لادیں۔ دوسرے یہ کہ اپنے جان و مال سے خدا کی راہ میں جہاد کریں۔ اور اس کے بدلے میں ہم سے دو چیزوں کی ضمانت لی آخرت میں جنت اور عابدی چین و راحت اور دنیا میں نصرت و کامیابی۔ دنیا میں نصرت و کامیابی سے کیا مراد ہے؟ اس کو دوسری آیت میں وقت کے ساتھ اس طرح بیان فرمایا۔

دَعَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ

اور خلفہ کے حق میں اس وعدہ کا اظہار ہو گا۔ اور آئندہ ہوتا رہے گا۔
جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمْ الْغَالِبُونَ (مشیک
خدا کی جماعت ہمیشہ غالب رہے گی۔) (بیان القرآن)
پس معلوم ہوا۔ جیسا کہ مرنے کے بعد کی زندگی کا وعدہ
حبیب کی نعمتوں سے سرفراز ہونا خدا اور رسول پر ایمان لانے اور ان کی نیک
اختیار کرنے اور خدا کی راہ میں جدوجہد کرنے پر موقوف ہے۔ ایسا ہی نیک
زندگی کی خوشگودی دنیا میں مگرانی اور نصرت و فتحیابی اور دنیا کی عزت و
کامرانی بھی اس پر موقوف ہے۔ کہ ہم خدا اور رسول پر ایمان لادیں۔ اپنی
عملی زندگی کو درست کریں۔ اور اپنی تمام جدوجہد کو اس کی راہ میں صرف کریں
تمام بزرگان دین صوفیاء کرام۔ مشائخ عظام نے اپنی زندگی کو
بندگی کے سلسلے میں ڈھالا اور تمام عمر خدا اور رسول کے احکام کی
سرسبزی اور سرمبذی کے نئے مشقیں برداشت کیں۔ مصائب جیسے
اور ہر طرح کی تکالیف کو برداشت کیا۔ جس کی بدولت ہر گاہ خداوندی
میں مقرب اور ممتاز ہوئے۔ اور ان کے ذریعہ اسلام اور ایمان کی دوز
میں تک پہنچی۔ ان حضرات کی محبت اور ان کے احسانات کی شکرگزاری یہ
کہ ہم بھی ان کے تقی محمد پر چلیں۔ بندگی کے اعلا سیکھیں۔ اور خدا اور
رسول کی محبت اختیار کریں۔ اور خدا اور رسول کے احکام کی سرسبزی اور
سرمبذی میں جانی شادمانی اور سرفروشی کریں۔ تاکہ ہم بھی دوز کی نعمتوں

سے سر فرزند ہوں۔ خدا اور رسول کی محبت سے سرشار ہوں۔ اور خدا اور رسول کی بارگاہ میں مقرب اور ممتاز ہوں۔

اے چند کاموں کی پابندی سے زندگی کا رخ ان بارگاہوں کے نقش قدم پر پڑ جائے گا۔ اور اس صراطِ مستقیم پر آجائے گا جو بارگاہِ خداوندی تک پہنچائے۔ پھر اگر خداوند کریم مرید تو نہیں دے تو کسی شیخِ طریقت تبرہ سنت کے ماتھے میں اپنا ہاتھ دے۔ اور اللہ طریقت پر جو مزن ہو۔ جن کو مشائخِ طریقت نے حصولِ الٰہی اللہ کے لئے توفیق فرمایا۔ تاکہ ان کے ذریعہ باطنی گدگدائیاں اور خسرائیاں دور ہوں۔ اور ان اعمال کی باطنی خوبیوں نمایاں خوبیاں ہوں۔ اور ظاہر سے حقیقت کی طرف مدہری اور خدا اور رسول کی حقیقی محبت جلوہ گر ہو۔ اور کمالاتِ بندگی سے آراستہ ہو۔

یہ چند باتیں ایک نادانِ قلم سے سرزد ہو گئیں۔ کہنے والا خود بے عمل مجرم و خطا کار ہے۔ آپ کی دامانی سے کچھ بعید نہیں۔ اگر آپ خطا کاریوں کو نظر انداز فرمائیں۔ اور اس کی اصلاح کے لئے بارگاہِ خداوندی میں تلجی ہوں۔ اگر ان بے ربط باتوں سے کسی کو فتنہ پہنچ جائے۔ تو یہ فیضانِ ہے سرحدِ فیوضِ رحمانی مقبول بارگاہِ یزدانی سیدی و مولائی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبِ کاندھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا جن کے قلیل ارشاد میں محور و مآچار ہو کر قلم کو حشیشِ دینی پڑی۔ ع

زباں میری ہے لیکن کہنے والا اور ہے۔

خداوند کریم اس چشمہ فیض کو ہمیشہ جاری رکھے۔ اور بچے اور آپ کو کامل سیرابی کی ترفیق عطا فرمائے۔

امین برحمتک یا ارحم الراحمین

سایہ دامن محمدؐ

ہر موج ہوا زلف پریشان محمدؐ ہے نورِ سحرِ صورتِ خندان محمدؐ
کچھ صبحِ ازل کی نہ خبرِ شامِ ابد کی بے خود ہوں تہِ سایہ دامن محمدؐ
اصغر ترے نعشوں میں بھی ہر جوشِ درویش
اے بلبلِ شوریدہ تبتانِ محمدؐ
(اصغر گوندوی)

★
عالم کے شہر بار بنائے گئے ہیں آپ کو نین کا وقار بنائے گئے ہیں آپ
کیونکر اٹھے نہ سب کی نظر آپ کی طرف ہر قلب کے قرار بنائے گئے ہیں آپ
وہ شرع کا چین ہو کہ گلشنِ ہون فقر کا ہر رنگ کی بہار بنائے گئے ہیں آپ
(بہزاد لکھنوی)

تاریخ معاشیات

علاؤ الدین خلجی کے عہد میں قسمتوں پر کنٹرول

(عزیز الرحمن ایل اے)

برصغیر ہندوستان کی تاریخ میں تاریخ پر کنٹرول کا پہلا تجربہ علاؤ الدین خلجی کے زمانے میں ہوا۔ اشیائے صرف کی قیمتوں پر یہ کنٹرول اس قدر جامع اور مؤثر تھا کہ آج بھی جب ہم جدید ترین حکومتوں کے کنٹرول سسٹم اور اس کے نتائج کو دیکھتے ہیں تو علاؤ الدین کے اقدامات نہیں زیادہ مؤثر اور کامیاب نظر آتے ہیں۔ اس مختصر مضمون میں علاؤ الدین خلجی کے کنٹرول سسٹم پر مفصل بحث تو مشکل ہے لیکن اس کے متنازع اور نمایاں ترین پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش بہر حال کی جائے گی۔

میں ابتری، انتشار اور باغیانہ سرگرمیوں سے بٹھاتا تھا مسلمان امراء اور سرداروں کے علاوہ پنجاب میں لگھڑ ایک اچھا خاصا دردمر تھا۔

لگھڑ سابق سلطانوں کو کافی دق کرچکے تھے۔ اور جب کبھی موقع ملتا بغاوت کر بیٹھتے تھے۔ اس کے علاوہ سلطنت کے سرحدی علاقوں میں رہتے تھے۔ اسلئے باغیانہ عزائم رکھنے والے سردار قبائل کسی بھی وقت بیرونی حملہ آوروں کے ساتھ مل سکتے تھے۔ اس لئے انہیں کچھ نہایت ضروری تھا۔

سلطان علاؤ الدین کے لیٹننٹ پوزیشن مضبوط کرنے اور سلطنت کے بقا و استحکام کے لئے ہندو راجاؤں کو بھی مطیع کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ ہندو راجہ اور عوام ابھی تک مسلمانوں کی حکومت سے رام نہیں ہوئے تھے۔

شمال مغربی سرحدوں کی حفاظت اور منگول حملہ آوروں سے ملک کو بچانا اور سلطنت کا دفاع کرنا بھی ایک نہایت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ تھا۔ منگول ایک خونخوار اور وحشی قوم تھے اور ہندوستان کو تاخت و تاراج کرنے کے منصوبے باندھتے رہتے تھے۔

علاؤ الدین خلجی کے کنٹرول سسٹم پر بحث کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان حالات کا مختصر جائزہ لے لیا جائے جن میں اس نے اشیائے صرف پر کنٹرول نافذ کیا۔ اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے کہ کنٹرول سے سلطان علاؤ الدین کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتا تھا؟

خونین انقلاب کے بعد

تاریخ ہند کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ علاؤ الدین خلجی تختِ دہلی کا مالک ایک خونیں اور انتہائی گھناؤنے انقلاب کے بعد بنا تھا۔ وہ ایک ٹیک سیرت اور مقبول سلطان اور اپنے چچا جلال الدین کو قتل کر کے اپنے مقصد میں کامیاب ہوا تھا۔ اور اپنی فوج کے علاوہ امرائے سلطنت یا عوام پر اعتماد نہیں کر سکتا تھا۔ جو سلطان جلال الدین کے قتل کو اتنی آسانی سے صاف کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ پھر امرائے سلطنت کے علاوہ سلطان جلال الدین کے بیٹے اور اس کے خاندان کے دوسرے ارکان نہایت خفا تھے اور انہیں قابو میں لانا ایک بڑا کام تھا۔ تاج شاہی پہننے کے بعد اسے سلطنت کے مختلف حصوں

فوجی حکومت

یہ تھے وہ مسائل جن سے علاؤ الدین خلجی کو عہدہ برآ ہونا تھا۔ اور ان سب مسائل کا حل ایک مضبوط اور باقاعدہ فوج تھی۔ علاؤ الدین ایسا زیرک اور دوراندیش آدمی اس حل سے کیسے بے خبر رہ سکتا تھا۔ ویسے بھی اس زمانے میں مضبوط فوج ایک اہم ترین ضرورت ہوتی تھی۔ اس کے بغیر نہ تو فتوحات ممکن تھیں نہ حکومت کی بقا۔ نہ ملک میں امن قائم ہو سکتا اور نہ انتظام سلطنت ہی چلا سکتا تھا۔ درحقیقت اس زمانے کی فوج ہر لحاظ سے ایک ”فوجی حکومت“ ہوتی تھی۔ لیکن ایک بڑی اور باقاعدہ فوج رکھنے کے لئے بے بہادرت اور سرکشی کی ضرورت تھی۔ جس کی علاؤ الدین کی حکومت مختل نہیں ہو سکتی تھی اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے سلطان نے اپنے وزرا و اور مشیروں کی کونسل کا اجلاس طلب کیا جس نے سلطان کو مشورہ دیا کہ ایک بڑی فوج رکھے، لیکن اخراجات میں ممکن حد تک کمی کرنے کا ذریعہ اشیائے صرف کی ارزانی ہو سکتا ہے۔ اور ارزانی کے لئے اشیائے صرف کی قیمتوں پر کنٹرول کا نظام ضروری ہے اس طرح نہ صرف حکومت کم خرچ کر کے بڑی فوج رکھ سکے گی۔ بلکہ فوجی کم تنخواہیں پا کر بھی اپنے خاندانوں کا گزارہ بخوبی چلا سکیں گے لیکن مندرجہ بالا سطور سے یہ سمجھنا کہ کنٹرول کا مقصد محض فوجی ضروریات پورا کرنا تھا درست نہیں ہو گا۔

یہ بھیج ہے کہ علاؤ الدین کی حکومت فلاحی حکومت نہیں تھی اور وہ ایک مطلق العنان شہنشاہ تھا۔ لیکن مسلمانوں کی تاریخ میں جابر سے جابر سلطان بھی اپنی رعایا کو کبھی فراموش نہیں کرتے تھے۔ اور سلطان علاؤ الدین خلجی ایسا شخص عوام کی فلاح اور خوشنودی کو کسی صورت میں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ فوجی ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ عام لوگوں کے لئے شہنشاہانہ دامن فراہم

کرنا بھی اس کنٹرول کا مقصد تھا۔ اور اس کا ثبوت ہمیں کنٹرول کے اقدامات کے بعد کے حالات سے ملتا ہے۔ پھر یہ سب بھی کیسے ممکن تھا کہ سستے داموں سے حکومت فائدہ اٹھا لے لیکن عام لوگ نہ اٹھا سکیں۔ علاؤ الدین خلجی کا کنٹرول سسٹم محض کاغذ پر نہیں تھا۔ بلکہ اس کے ایک ایک ضابطہ کو عملی جامہ پہنایا گیا۔ اور کسی کو بھی اس کی خلاف ورزی کی جرأت نہیں ہوئی۔

کنٹرول کے ضوابط

ضیاء الدین برنی ہیں علاؤ الدین کے کنٹرول سسٹم کے بارے میں تفصیلی معلومات دیتا ہے۔ اس سلسلے میں علاؤ الدین نے چار ضوابط جاری کئے۔ پہلے تین ضوابط غلے، کپڑا اور اسی قسم کی دوسری اشیاء پولیشیوں اور غلاموں وغیرہ سے متعلق تھے اور چوتھا ضابطہ اور اندامات ذرائع و سائلی سے متعلق تھے جن کے ذریعے کنٹرول کے ضوابط کو مؤثر انداز میں نافذ کیا جاسکے ضوابط کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

غلام مارکیٹ :- علاؤ الدین کے نزقوں پر کنٹرول سسٹم کا پہلا ضابطہ غلے سے متعلق تھا۔ اس کے مطابق غلے کی تعریف میں آنے والی تقریباً تمام اشیاء کے نرخ مقرر کر دیئے گئے تھے اور نرخانہ سے دکانداروں کو مہیا کر دیئے گئے تھے۔ چند اشیاء کی قیمتیں حرب ذیل ہیں۔

گندم ۱/۲ تال فی من

جو ۱/۲ ” ” ”

چاول ۵ ” ” ”

ماش ۵ ” ” ”

نخود ۵ ” ” ”

علاؤ الدین خلجی کے کنٹرول سسٹم کا کمال یہ نہیں کہ اس نے قرون وسطیٰ میں کنٹرول نافذ کیا اس کا اصل کارنامہ یہ تھا

کی غلہ منڈی میں لائیں گے اور کنٹرول نرخوں پر فروخت کریں گے اس کے علاوہ ان میں سے اکثر کو اپنے خاندانوں سمیت دیا گئے جنہا کے کنار سے ایک لکھی بی رہنے کا حکم دیا گیا جو ان کے لئے مخصوص تھی۔ تاکہ یہ تاجر غلہ منڈی کی حدود میں مقیم رہیں۔ غلے کے تابروں کے کام میں آسانی پیدا کرنے کے لئے ایک شاہی فرمان کے ذریعے سرکاری افسروں اور محلے کو حکم دیا گیا کہ وہ کنٹرول نرخوں پر ان تاجروں کو غلہ خریدنے میں زیادہ سے زیادہ مدد دیں۔ اور کاشتکاروں کو بھی ہدایت کی گئی کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق غلہ رکھنے کے بعد باقی تمام غلہ تاجروں کو مقررہ نرخوں پر فروخت کر دیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ غلے کی ترسیل کا ایک موثر انتظام قائم ہو گیا۔

غلے کی ترسیل میں مزید اضافہ کرنے مالیہ کی وصولی: جس کے لئے سلطان نے سرکاری زمینوں کے مزارعین کو یہ رعایت دی کہ وہ اپنا مالیہ نقد رقم دینے کی بجائے غلے کی صورت میں ہی ادا کر دیا کریں۔

قسط و خشک سالی اور غلہ کی غلے کے سرکاری ذخیرے: قلت کا مقابلہ کرنے کے لئے سلطان نے غلے کے ذخروں کا سرکاری طور پر انتظام کیا فصلوں پر غلہ اچھی خاصی منظور میں ذخیرہ کر لیا جاتا تھا۔

تمام کاشتکار اور تاجر ذخیرہ اندوزی اور چھوڑنا زاری۔ لوگوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی ضرورت سے زیادہ غلہ نہیں رکھ سکتے۔ ذخیرہ اندوزی اور چھوڑنا زاری کی نہایت ہی عبرت ناک سزائیں مقرر کی گئیں۔ تاکہ کسی کو مقررہ نرخوں سے زیادہ پر کوئی چیز فروخت کرنے کا جرات نہ ہو۔

لامش: عام لوگوں کے لئے فی کس مقدار مقرر کر دی گئی اور کوئی شخص اس مقدار سے زیادہ غلہ نہیں خرید سکتا تھا

اس نے دکانداروں کو محض نرخہ سے ہی نہیں کر دینے تھے بلکہ ان نرخہوں پر عمل درآمد کرنے کا بھی پورا پورا انتظام تھا اور غلے کی ترسیل اور تقسیم کو بھی ایک انتہائی قابل عمل منابضے میں سے آیا تھا۔

سلطان علاؤ الدین نے دہلی اور غلہ منڈیوں کا قیام۔ تمام صوبائی صدر مقامات پر غلہ منڈیاں قائم کرنے کے احکام جاری کئے اور تمام زمین داروں اور کاشتکاروں کو ہدایت کی کہ وہ اپنا غلہ صرف اپنی منڈیوں کے ذریعے فروخت کریں۔ ان منڈیوں کے علاوہ دیگر مقامات پر غلے کی فروخت قابل سزا جرم تھا۔ پھر ان منڈیوں کے انتظام کے لئے باقاعدہ سرکاری عملہ مقرر کیا جو ان منڈیوں میں کاروبار کا پورا ذمہ دار تھا۔ اس عملے کو باقاعدہ روزانہ سلطان کے پاس بھیجنے پڑتے تھے جن میں منڈیوں کی کیفیت اور کاروبار سے متعلق پوری تفصیلات دی جاتی تھیں۔ اگر ان منڈیوں میں کوئی بدعنوانی ہوتی اور متعلقہ افراد سے نظر انداز کر دیتے تو اطلاع ملنے پر ذمہ دار افسر کو عبرتناک سزا دی جاتی سلطان کے جاسوس ہر بدعنوانی کی خبر سلطان تک پہنچاتے۔ بہر حال ایسا انتظام تھا کہ ایک ہی مقام سے مختلف ریپورٹیں سلطان تک پہنچتی تھیں۔ اور ان میں کسی قسم کے فرق سے سرکاری افسروں کی بددیانتی کے بارے میں معلوم کرنا آسان ہوتا تھا۔ دہلی کی مرکزی غلہ منڈی کا انچارج ملک قبولی ملے جاتا تھا۔ اس کا صدر دفتر بھی اسی منڈی میں قائم تھا۔ یہاں ہر قسم کی شکایات اور اطلاعات وصول کی جاتی تھیں۔

غلے کے تمام سوداگروں کو اپنے تمام رجسٹریشن: مارکیٹ کے افسرانچارج کے دفتر میں رجسٹر کرائے ہوتے تھے۔ انہیں مفید یہ بیان دینا ہوتا تھا کہ وہ دیہاتی علاقوں سے غلہ خرید کر سرکاری منڈیوں میں خصوصاً دہلی

نائبی کے لئے کی چور بازو کی روک تھام کے لئے غرض سے اٹھایا گیا تھا۔

موشی منڈی۔ اس منڈی میں گھوڑوں، اوروں اور دیگر مویشیوں کے

علاوہ غلام اور کینز بھی فروخت ہوتی تھیں۔ یہ وہ

زمانہ تھا جب سلطنتِ عثمانیہ سلطان علاء الدین کے اقدامات کی وجہ

سے اتنی مضبوط ہو گئی تھی کہ منگولوں نے جب بھی حملہ کیا، انہیں غرناک

شکست کا سامنا کرنا پڑا، اور ہر شکست پر بے شمار منگول غلام شاہی

فوج کے ہاتھ لگے، ان اشیاء کے نرخوں کے سلسلے میں بھی وہی پالیسی اہل قلعہ

کا اختیار کیا گیا تھا، موشیوں کی قیمتیں ان کی کوالٹی کے مطابق قائم

کی گئی تھیں اور نرخوں کے کنٹرول میں نہایت دشمنی کا ثبوت دینا تھا

اس مارکیٹ میں عام ضرورت کی اشیاء

جنرل مارکیٹ۔ کنٹرول نرخوں پر فروخت ہوتی تھیں اور یہاں

بھی وہی ضابطے اور طریق کار نافذ تھا۔ جو غلے، کپڑے اور مویشیوں کی

منڈیوں میں نافذ تھا۔ اور یہاں بھی دوسری منڈیوں کی طرح حکومت

کی طرف سے باقاعدہ علم موجود ہوتا تھا۔ جو ضابطوں کی پابندی کی

نگرانی کرتا تھا۔

سلطان نے مختلف اشیاء کے نرخ

نرخ مقرر کرنے کا طریقہ۔ اہل رطب یا اپنی مرضی کے مطابق

بغیر سوجے سمجھے مقرر نہیں کرتے تھے بلکہ نرخوں پر کنٹرول نافذ کرنے

پر زیادہ کھن اور انتظامی صلاحیتوں کی آزمائش ان کے لئے فائدہ دیتی

یہاں صرف کنٹرول نرخوں پر اشیاء خریدی جاتی تھیں کنٹرول شدہ اشیاء کی فراہمی اور ترسیل

معمول اور قابل عمل انتظام ہونا بھی ضروری ہوتا تھا۔ نرخوں کی شرح متواتر ہونے

اشیاء پیدا کرنے والوں تا جہل اور خریداروں کے خیال رکھنا پڑتا تھا اور علاوہ ازیں

ظلم نے ایسا ہی کیا۔ ہر شکل قیمت مقرر کرتے ہوئے سلطان نے عام مل کے اخراجات

اور دوسرے ٹیکسوں کے علاوہ کاشتکار، تاجر اور خریدار کے مناسب منافع

اور دولت کی نگاہ رکھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا کنٹرول سسٹم کامیاب تھا۔ اور

پوری صنعت کے باوجود اس کی کامیابی منگول ہوتی تھی۔

دکاندار غلہ موجود ہونے کے باوجود کسی خریدار کو غلہ دینے سے

انکار نہیں کر سکتا تھا۔ ضیاء الدین برنی کے مطابق اگر کوئی غریب

آدمی منڈی میں غلہ خریدنے گیا اور اسے غلہ دستیاب نہ ہوا

تو سلطان اس کا علم ہونے ہی غلہ منڈی کے کارندوں کو سموت

سزا دی دیتا تھا۔

قسط کے زمانے میں عام خریداروں کو بہرہ غلہ خریدنے

کی اجازت تھی۔

کپڑا مارکیٹ۔ نرخوں کے

منڈیوں پر کنٹرول۔ کنٹرول کا دوسرا ضابطہ کپڑے

پر کنٹرول سے متعلق تھا اس غرض کے لئے ایک کپڑا مارکیٹ

تائیم کی گئی جس کا نام سرائے عدل رکھا گیا لیکن اس منڈی میں

صرف کپڑا ہی فروخت نہ ہوتا تھا بلکہ غلے کے علاوہ دوسری اشیاء

خورق مثلاً مک شکر، تیل وغیرہ بھی فروخت ہوتے تھے۔ ان اشیاء

کے تاجروں کو بھی سرائے عدل میں جو دہائیوں گھٹ کے قریب

نئی رجسٹر کرائے ہوتے تھے۔ ان تاجروں کو بھی کپڑا وغیرہ مارکیٹ

میں لانے اور کنٹرول نرخوں پر فروخت کرنے کا عہد کرنا ہوتا تھا

کپڑا منڈی کے لئے بھی وسیع سرکاری عمارتیں ہوتا تھا اور اس

منڈی کے کسٹمرز کو ”رئیس پروانہ“ کہتے تھے۔

کپڑے کی سپلائی کو بہتر بنانے کی طرف سلطان نے

خاص توجہ دی اور کپڑے کی صنعت کی حوصلہ افزائی کے لئے

کپڑے کے فنکار تاجروں کو ایک مرتبہ ”بیس لاکھ“ ٹانکے

بطور راجداد دیئے۔ یہ تاجر بیرونی علاقوں سے کپڑا خرید کر

”سرائے عدل“ میں لاتے تھے۔ اور یہاں کنٹرول نرخوں

پر فروخت کرتے تھے۔ عام کپڑا حسبِ منشا خرید جا سکتا

تھا۔ اور اس کی قیمتیں نسبتاً کم مقرر کی گئی تھیں لیکن عمدہ قسم

کا کپڑا بہت کم ہوتا تھا۔ اس کی خرید کے لئے گاہکوں کو

”رئیس پروانہ“ کی پیشگی اجازت لینا لازمی تھی۔ یہ قدم غالباً